الله
محمد رسول

المرشد

ماهنامه

اپریل
2007ء

قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

القرآن الکریمؒ

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

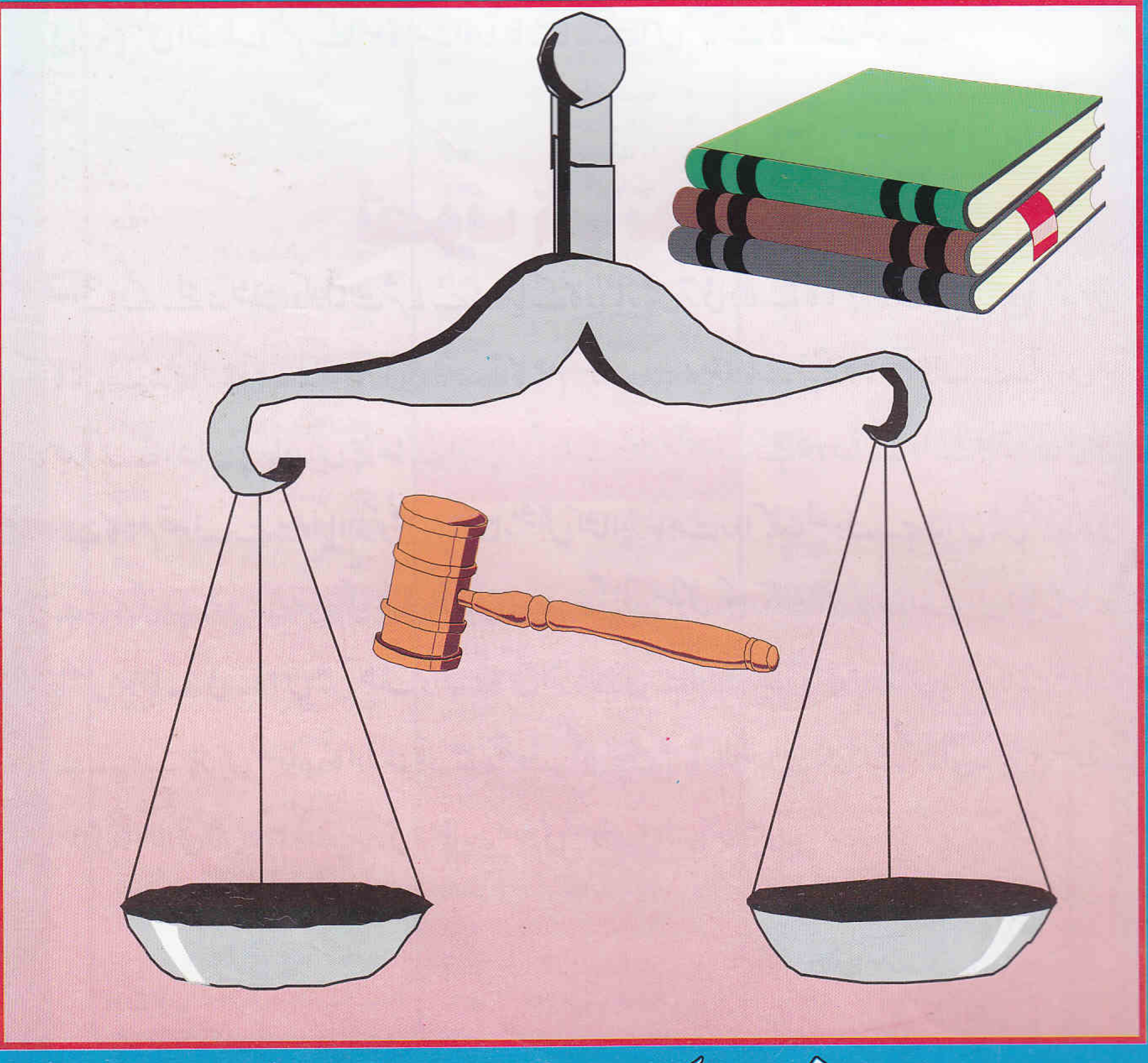

معاشرے کی بقاء انصاف پر ہے

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

حدود اللہ کی اہمیت : یہ اللہ کریم کے احکام ہیں اور اس کی مقرر کردہ حدود ہیں اور اللہ کریم اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی جنت کی ضمانت ہے۔ جس کی نعمتوں کو کبھی زوال نہیں اور جس میں داخلے کے بعد کسی کو بھی کبھی وہاں سے نکالا نہ جائے گا۔ لیکن یہ خیال ضرورر ہے کہ صرف نماز، روزہ ہی اطاعت نہیں جیسے لوگ یہ تو کر لیتے ہیں مگر مال یا میراث تقسیم کرنا پڑے تو حیلے بہانے سے مال کھا لیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ تقسیم میراث اور مختلف رشتوں کے حصے اللہ کے مقرر کردہ ہیں اور ان پر عمل ہی نجات کا راستہ ہے جو ایک بہت بڑی کامیابی ہے اس کے خلاف جن لوگوں نے احکام الٰہی کی پرواہ نہ کی اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کو پامال کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی وہ نہ صرف عذاب میں مبتلا ہونگے نہ صرف ہمیشہ کی آگ میں رہنا ہوگا بلکہ ذلت ورسوائی کا عذاب ہوگا۔ اور دو عالم کی رسوائی ان کا مقدر بن جائے گی نیز یہ سب قانون وراثت انبیاء علیہم السلام پر لاگو نہیں ہوگا کہ انبیاء کی وراثت ان کی مادی جائیداد نہیں ہوتی بلکہ روحانی کمالات ہوتے ہیں اور ان کا علم ہوتا ہے جیسے نبی کریم ﷺ کی کوئی مادی میراث تقسیم نہیں ہوئی بلکہ آپ ﷺ کی میراث آپ کا علم اور کمالات روحانی ہیں جو ابدالآباد تک مستحقین میں تقسیم ہوتے رہیں گے اور شرط استحقاق روحانی تعلق ہے جس کی بنیاد ایمان اور جس کی قوت اطاعت ہے اور وہ نسبت جو آپ ﷺ سے منتقل ہو کر دلوں کو روشن اور سینوں کو منور کرتی ہے کرامت ولی ہی وراثت پیغمبر ہوتی ہے جو دراصل نبی ﷺ کا معجزہ ہوتا ہے اور اس کے کامل متبع کے ہاتھ پر ظاہر ہو کر کرامت کہلاتا ہے مادی وراثت لحاتی اور دار دنیا کیلئے ہوتی ہے مگر روحانی وراثت ابدی اور دائمی ہوتی ہے اور جس قدر کوئی روحانی اور قلبی طور پر قرب نبوت کو پاتا ہے اس قدر کمالات نبوت ورسالت سے اپنے حصے کی نورانیت حاصل کرتا ہے۔ جس کی ظاہری دلیل یہ ہوتی ہے کہ اطاعت پیغمبر محبوب تر ہوتی چلی جاتی ہے اور نافرمانی کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسی حال کو صوفیہ فنافی الرسول کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ نعمت سینہ بسینہ منتقل ہوتی ہے اور اہل اللہ کی صحبت سے حاصل کی جاسکتی ہے اللہ کریم جسے چاہیں حظ وافر عطا فرمائیں یہ ان کی اپنی دین ہے۔

(سورۃ النساء پارہ نمبر 4- رکوع نمبر 2)

اداریہ

معاشرے کی بقاء انصاف پر ہے!

صدر مملکت پرویز مشرف نے دس مارچ 2007ء کو وزیر اعظم کی سفارش پر آئین کے آرٹیکل 209 کے تحت چیف جسٹس آف پاکستان کے خلاف ریفرنس سپریم جوڈیشل کونسل کو بھجوایا۔ سپریم جوڈیشل کونسل نے جسٹس افتخار محمد چوہدری کو چیف جسٹس اور جج کی حیثیت سے کام سے روکتے ہوئے نوٹس جاری کر کے انہیں ۱۳ مارچ کو عدالت میں طلب کیا۔

غیر فعال بنائے گئے چیف جسٹس پر پروٹوکول سے زائد مراعات، بیٹے کو سفارش کے ذریعے ترقی، دورے کے دوران گارڈ آف آنر اور اسی نوعیت کے چند دیگر الزامات عائد کئے گئے ہیں۔

تاہم باخبر ذرائع کا یہ کہنا ہے کہ حکومت اس لئے چیف جسٹس کے خلاف ہوئی کہ انہوں نے حکومت کی پسند اور مرضی کے خلاف فیصلے دیئے جن میں سٹیل ملز کی نجکاری اور گمشدہ افراد کی بازیابی سرفہرست ہیں نیز پولیس حکام کی سختی سے باز پرس اور مظلوموں کی دادرسی کے باعث بھی چیف جسٹس کچھ مخصوص عناصر کی آنکھ میں کھٹکنے لگے تھے۔ یہ معاملہ اس وقت سپریم جوڈیشل کونسل کے پاس ہے لہٰذا اس حوالے سے رائے دینا قبل از وقت ہوگا جوڈیشل کونسل جو فیصلہ بھی کرے گی تمام حالات و واقعات اور شواہد کو مدنظر رکھ کر اور ساری صورتحال کا جائزہ لے کر ہی کرے گی اس مسئلے پر غیر محتاط رائے زنی سے معاملات غلط رخ اختیار کر سکتے ہیں۔

اس حکومتی اقدام پر تادم تحریر پورے ملک میں احتجاج کا سلسلہ جاری ہے۔ وکلا تنظیمیں اور بعض سیاسی جماعتیں اس احتجاج میں پیش پیش ہیں۔ کچھ جج صاحبان نے اس عمل کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے احتجاجاً استعفے بھی پیش کر دیئے ہیں۔ حالیہ حکومتی اقدام کی آئینی حیثیت کچھ بھی ہو لیکن اس کو جس بے تکے انداز سے ہینڈل کیا گیا ہے اُس کے باعث عوام الناس میں برہمی اور تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے۔ چیف جسٹس کی نظر بندی، ان پر عائد کی جانے والی بے جا پابندیاں اور پولیس کے شرمناک رویے کے باعث عوام کی برہمی اور تشویش عین فطری ہے۔ عام آدمی یہ سوچ رہا ہے کہ جس ملک میں چیف جسٹس کی عزت اور آزادی محفوظ نہیں وہاں اُن کا پرسان حال کون ہوگا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حالیہ اقدام کے باعث اہل وطن نے خود کو پہلے سے زیادہ غیر محفوظ سمجھنا شروع کر دیا ہے۔

آنے والے وقت میں معاملات کیا رخ اختیار کرتے ہیں اور حالیہ بحران کا نتیجہ کیا نکلے گا اس پر تبصرہ قبل از وقت ہوگا تاہم اس حقیقت کا بیان از حد ضروری ہے کہ معاشرے کی بقا انصاف پر ہوتی ہے۔ جہاں انصاف نہ ہو وہاں ظلم ہوتا ہے اور ظلم پر استوار معاشرے باقی نہیں رہتے۔ انصاف کی فراہمی کے لئے ضروری ہے کہ عدلیہ پوری طرح آزاد ہو اُس پر کسی بھی طرح کا دباؤ نہ ہو اور اُسے تحفظ فراہم کرنے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر

نشانِ منزل

کونسی ایسی بات ہوئی ہے

سوچ سمندر

متاعِ فقیر

آس جزیرہ

دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

''میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں' اس کی مجھے خبر نہیں' اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سکھایا کم' سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آ سکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔''

نعت

تیرا حسن روشن ہے دونوں جہاں میں
تیری نعت کیسے؟ کہاں سے کہوں میں؟
ملیں عظمتیں ساری تیرے قدم سے
تیرا ابن آدم پہ احسان لکھوں میں

حکومت' خلافت' ریاست' شرافت
یہ حسن تصرف ہے تیرا' کہوں میں
بناؤں میں سرمہ تیری خاک پا کو
جہاں دونوں بے شک عیاں دیکھ لوں میں

ملے موت آقا غلامی میں تیری
تیرا بن کے خادم جہاں میں جیوں میں
زمانے میں بانٹوں میں خوشبو کو تیری
بنوں تیرا قاصد زمیں پہ پھروں میں

عطا عشق کی آگ ہو بانٹنے کو
مسلماں کو درد آشنا تو کروں میں
عطا ہو انہیں عظمت رفتہ پھر سے
انہیں تیری راہوں پہ لے کے چلوں میں

مٹائیں کفر کے اندھیروں کو جگ سے
تیرے در کا خادم انہیں دیکھ لوں میں
سجائیں یہ بدر و واحد کو دوبارہ
تمہارے ہیں خادم یہ سب سے کہوں میں

ہے سیماب کی یہ انوکھی تمنا
یہ سب اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لوں میں

اقوالِ شیخ

☆......جنہیں نورِ ایمان نصیب ہوتا ہے وہ دنیا کی زندگی کے لئے نہیں جیتے وہ دنیا کی زندگی آخرت کے لئے جیتے ہیں۔ جو ایمان سے محروم رہتے ہیں وہ حصول دنیا میں حصول زر میں، حصول اقتدار میں، مفادات کی طلب میں اپنی ساری زندگی کھو دیتے ہیں اور وہ طلب بھی کبھی پوری نہیں ہوتی۔

☆......کاش! خدا غریبوں کو یہ جرات دے کہ دوسروں کے کام نہیں آسکتے تو کم از کم اپنے حق کی حفاظت تو کرسکیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ دوسروں کے کام آیا جائے لیکن اگر اتنا نہیں ہے تو اپنی آبرو اپنے حق اپنی ذات کی حفاظت تو کرسکیں۔

☆......ہر بندہ اپنے آپ کو منوانے کی فکر میں ہے اور یہ خواہش صرف میر و سلطان میں ہی نہیں ہوتی گداو فقیر میں بھی ہوتی ہے۔ ایک خاکروب جو سڑک پر جھاڑو دے رہا ہے وہ بھی چاہتا ہے کہ دوسرے خاکروب مجھے اپنا معتبر مانیں۔ جہاں تک اس کی سوچ اس کی فکر چلتی ہے اس میں وہ اپنی بڑائی منوانے کی فکر میں ہے۔

☆......اپنی زندگی کو، اپنے فیصلوں کو، اپنی امیدوں کو، اپنی آرزوؤں کو نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے وابستہ کردینا عین ایمان ہے اور حضور ﷺ کا در اقدس چھوڑ کر عملی زندگی میں کسی بھی اور دروازے سے اپنی امیدیں وابستہ کرلینا یہ شیطان کی پیروی ہے۔

☆......جب بھی کوئی معاشرہ بگڑا تو سب سے بڑا اور سب سے خطرناک کام یہ ہوا کہ انہوں نے عورت کے مقام کو تبدیل کردیا عورت کے مقام کی تبدیلی، وہ کام ہے جو ہر بگڑے ہوئے معاشرے میں ضرور پایا جاتا ہے۔

☆......عبادت کی شرط ایمان ہے جتنا کسی کا آخرت پر یقین پختہ ہوگا اتنے ہی خلوص اور لگن کے ساتھ وہ رکوع و سجود کرے گا اور اگر آخرت پر یقین میں کمی واقع ہوجائے تو رسم رہ جاتی ہے عبادت نہیں رہتی۔

بعثتِ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم

چوتھا سالانہ

جلسہ

8 اپریل 2007ء بروز اتوار

بمقام

دارالعرفان منارہ' ضلع چکوال

خصوصی خطاب

امیرالمکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ

نامور مذہبی سکالرز' علماء کرام اور اہل فکر و دانش

خطاب فرمائیں گے۔

اجتماع کا مقصد

میری گزارش یہ ہے کہ جنہیں کوئی بھی دنیاوی کام ہو وہ اجتماع پر تشریف نہ لایا کریں۔اجتماع ایک دن کا ہو یا چالیس دن کا مرد ہوں یا خواتین صرف وہ بندہ اجتماع میں آئے جسے وصول حق کی خواہش ہو جو اللہ سے ڈرنا چاہتا ہو جو اللہ کے نام سے دل کو روشن کرنا چاہتا ہو جو دل میں اللہ کو بسانا چاہتا ہو۔ میں نے آج سے یہ قانون بنادیا ہے کہ آئندہ اجتماع پر کسی کو کوئی تعویذ نہیں ملے گا۔

4 مارچ 2007ء کو دارالعرفان منارہ میں ماہانہ اجتماع کے موقع پر

امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان کا خصوصی خطاب

الحمدللہ رب العٰلمین ۝

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّاٰلہٖ

واصحابہٖ اجمعین ۝

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم ۝

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم ۝

اللّٰہُ لا اِلٰہَ اِلا ھوا الْحیُّ القیوم ۝

اللھُم سبحٰنک لا علملناَ الا ما علمتنا اِنکَ انت العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِّ وَسَلِّمُ دَائِماً اَبداً

عَلٰی حَبِیبکَ مَنْ زانت بِہٖ الْعُصُروا

آیت الکرسی معروف ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ہر فرض نماز کے بعد اس کا پڑھنا بہت مبارک فرمایا ہے اور احادیث مبارکہ میں اس کے بیشمار فضائل آئے ہیں قرآن کا ہر لفظ مبارک ہے کتاب اللہ سارے کی ساری ارشاد باری تعالیٰ ہے بلکہ آپ نے دیکھا کہ قران حکیم میں بہت سے ایسے الفاظ ہیں جن کے معانی کی ہمیں سمجھ نہیں ہے۔جیسے الم. الر. عسم. ص .ق. تو اگر ان کے مفہوم و معانی کا ہمیں علم نہیں ہے تو تلاوت سے کیا حاصل اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی طبیب ہمیں دوا دیتا ہے اور اُس دوا کے اجزا کا اُس کے فوائد کا یا اُس کے اثرات

کا ہمیں پتہ نہیں ہوتا لیکن اُس طبیب کے اعتماد پر ہم وہ دوا کھاتے ہیں اور اللہ کریم اُس کے طفیل صحت عطا فرماتے ہیں۔ یہ جو الفاظ میں قرآن کریم کے ان کے ساتھ جو برکات وابستہ ہیں اور جو کیفیات وابستہ ہیں وہ معانی نہ جاننے کے باوجود جب بندہ تلاوت کرتا ہے تو وہ برکات اُسے نصیب ہوتی ہیں۔ وہ کیفیات اُسے نصیب ہوتی ہیں۔ اکثر سارے قرآن کے معانی ہم نہیں جانتے ہوتے اکثریت اُن لوگوں کی ہے جنہیں سورۃ فاتحہ کے معانی بھی نہیں آتے تو کیا پھر وہ پڑھنا چھوڑ دیں؟ نہیں' معانی آتے ہوں تو نورٌ علیٰ نور ہے سمجھ آنی چاہیے معانی جاننا چاہیے قرآن عمل کی کتاب ہے عملیات کی نہیں قرآن کریم عمل کی کتاب ہے عملیات کی کتاب نہیں ہے کہ اُس سے صرف تعویز لکھے جائیں وہ ایک لمحہ عمل ہے ایک ضابطہ حیات ہے اور اپنے نزول سے لیکر قیامت تک کیلئے پوری انسانیت کیلئے ضابطہ حیات ہے تو جتنا سمجھا جائے تو جتنے معانی سمجھ میں آسکیں جتنے معانی بندہ سیکھ سکے وہ ضرور سیکھے جائیں اگر معانی بھی آتے ہوں تو تعمیل ارشاد میں ایک اور معاون سبب بن جاتا ہے۔ تعمیل ارشاد آسان ہو جاتی ہے معانی نہ بھی آتے ہوں تو اللہ کا کلام ہے اور بار بار پڑھنے سے دلوں میں ایک کیفیت پیدا کرتا ہے جو اللہ کی اطاعت کی توفیق سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ کریم سے محبت پیدا کرتا ہے۔ عشق پیدا کرتا ہے اور اسلام ہے کیا؟ حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ سورۃ فاتحہ سارے قرآن کریم کا خلاصہ ہے اجمالی طور پر سارے مفاہیم جو تیس پاروں میں ہیں اللہ نے سورۃ فاتحہ میں سمو دیئے ہیں۔ اللہ کی ذات اُسکی صفات' آخرت' دنیا کی زندگی اُس کیلئے ہدایت کی طلب' اللہ سے وعدہ کہ تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں اور اللہ کے نیک بندوں کی رفاقت اور صراط مستقیم پہ چلنے کی آرزو یہ سارے قرآن حکیم کا خلاصہ ہے باقی ساری اسی کی تفصیل ہے پھر فرمایا کرتے تھے کہ سورۃ فاتحہ کا خلاصہ ایک آیت میں پہلی آیت کریمہ میں موجود ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اگر اس کے مفاہیم زیر بحث لائے جائیں تو یہ ساری بات اس میں آجاتی ہے اور بسم اللہ شریف کا خلاصہ اُسکی پہلی ب میں ہے چونکہ یہ ''ب'' باتلبس کی ہے اور باتلبس ہوتا ہے مل جانا لپٹنا ساتھ شامل ہو جانا یکجان ہو جانا اسی سے لباس بنا ہے جو بدن کو ڈھانپ لیتا ہے اُسے لباس کہتے ہیں تو باتلبس جو ہے یہ غیر اللہ سے کاٹ کر اللہ سے واصل کرنے کا نام ہے اور یہی سارے قرآن کریم کا حاصل ہے سارے کا سارا اسلام یہ ہے کہ اس دار دنیا میں دنیاوی آسائش دنیاوی آرام دنیاوی لذتیں' دنیا کے دکھ' دنیا کی تکلیفیں یہ ساری جو انسان کو پیش آتی ہیں' اس سارے معرکہ ہاؤ ہو میں' ان سارے جھنجھٹوں میں' اس سارے شور شرابے سے نکل کر بندہ اللہ سے واصل ہو جائے۔ دنیا کی نعمتیں بیشک بہت بڑی لذت بھی ہیں بہت لطف بھی ہے کسی کو اقتدار ملتا ہے تو اسکی لذتیں الگ ہیں' کسی کو دولت ملتی ہے تو اُسکی لذتیں الگ ہیں لیکن جو لذت وصول حق میں ہے وہ ایسی کروڑوں دنیائیں پیدا ہو جائیں تو اُن میں نہیں ہو سکتیں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر دنیا کی قیمت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو دنیا کا کوئی ذرہ نہ دکھاتا۔ بارگاہ الوہیت میں اسکی کوئی حیثیت نہیں ہے اس لئے کافروں اور بدکاروں کے دروازے پہ بھی دھکے کھاتی پھرتی ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اسلام کی دعوت دی اور اعلان نبوت فرمایا تو کسی ایک فرد کو آپ ﷺ نے یہ دعوت نہیں دی کہ تم کلمہ پڑھ لو تمہاری بیماریاں ٹھیک ہو جائیں گی کسی ایک فرد کو حضور ﷺ نے یہ دعوت نہیں دی کہ تم کلمہ پڑھ لو تمہیں دولت مل جائے گی۔ کسی ایک فرد کو یہ دعوت نہیں دی کہ تم کلمہ پڑھ لو اور تمہارے دنیا کے مسائل حل ہو جائیں گے بلکہ تیرہ سالہ مکی حیات مبارکہ میں کلمہ پڑھنا اور خود کو نوک تلوار پہ رکھنا برابر تھا جنہیں کلمہ حق نصیب ہوا انہیں سزائیں دی گئیں' ایذائیں دی گئیں' تکلیفیں دی گئیں' مارا پیٹا گیا قید میں رکھا گیا اور

دنیا کی ہر تکلیف جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے انہیں دی گئی تو پھر کلمے سے حاصل کیا ہوا۔ بعض کے بیٹے شہید ہو گئے۔ بعض کے باپ شہید ہو گئے تیرہ سال بعد کیا یہ تکلیف رفع ہو گئی؟ نہیں، تیرہ سال بعد ہجرت کا حکم ہوا' اور جائیدادیں گھر بار' زندگی بھر کی کمائی' مال دولت اسباب سب کو چھوڑ چھاڑ کر خالی تہی دامن ہو کر حضور نبی کریم ﷺ کے حکم پر مہاجر ہو گئے۔ ہجرت کر گئے کیا ملا؟ اللہ ملا وصول حق ہوا اللہ کا قرب نصیب ہوا اللہ کی رضا نصیب ہوئی۔ اللہ کا حبیب ﷺ جن کی خاک پا پر دنیا کی کروڑوں لذتیں اور کروڑوں دنیائیں قربان کی جاسکتی ہیں۔ لیکن مرور زمانہ نے حق پر گرد کی تہیں جمادیں اور رفتہ رفتہ لوگ دین کو بھی دنیا کا ذریعہ بنانے لگ گئے۔ مذاہب باطلہ میں اور مذاہب حقہ میں بنیادی فرق کیا ہے تمام مذاہب باطلہ ایک بات پہ متفق ہیں نہ آخرت پہ انہیں یقین ہے نہ اللہ کے ساتھ اُن کا ایمان ہے مذہب تاریخ انسانی میں جہاں سے انسان کی تاریخ ملے گی آپ کو وہاں سے آپ کو مذہب بھی ساتھ ملے گا یہ انسان کے مزاج میں ہے ایسے لوگ تاریخ میں ملتے ہیں جو جنگلوں میں رہتے تھے اور جنہیں لباس تک کا شعور نہیں تھا۔ گھر بنانے کا شعور نہیں تھا اور گھاس بھوس کی جھونپڑیوں میں عمریں بسر کر گئے کھانا پکانے کا شعور نہیں تھا۔ پھل کھا لیے یا جانور کاٹ کر کھا لئے جنہیں شعور نہیں تھا انہوں نے بھی مذہب کے نام پر کچھ رسومات ضرور بنا رکھی تھیں لیکن اُن سب رسومات کا حاصل کیا تھا کسی سے بیمار کو صحت ہو جاتی ہے اور کسی سے اور کوئی کام ہو جاتا ہے۔ کسی رسم سے اور کوئی دنیا کا فائدہ ہو جاتا ہے آج تک تمام مذاہب باطلہ کا حاصل یہی ہے آپ کے ساتھ یہاں ہندوستان میں' ہندوازم اور بدھ ازم اور یہ دو تین مذہب زیادہ ہیں مذاہب باطلہ میں سے آپ اُن کا مطالبہ فرمائیے تو ہر دیوی دیوتا ہر رسم پوجا کے ساتھ کوئی نہ کوئی دنیا کی چیز انہوں نے جوڑ رکھی ہوگی اس دیوی کی پوجا کرو دولت ملتی ہے اس دیوتا کو خوش کرو اولاد ملتی ہے۔ اس کو راضی رکھو تو صحت ٹھیک رہتی ہے۔ اس تہوار کو یہ رسومات ادا کرو تو یہ کام ہو جاتا ہے۔ سارے کا سارا کام دنیا کیلئے ہو گا اسلام انسان کو دنیا و مافیھا سے بلند کر کے اللہ سے ملا دیتا ہے اس لئے کہ اللہ اللہ ہے اور اللہ ایسا ہے کہ اُس کے سوا کچھ بھی نہیں باقی سارے وجود نہ ہونے کے برابر ہیں اس لئے کہ اپنے زور پر' اپنی طاقت پر اپنی قوت پر اللہ کے سوا کوئی دوسرا وجود قائم نہیں ہے صرف وہ وجود آپ کو نظر آتے ہیں جس کو اللہ قائم رکھے ہوئے ہے اور جب وہ مٹا دیتا ہے مٹ جاتے ہیں۔

یہیں سے وحدت الوجود کا جو نظریہ ہے وہ بھی نکلا کہ حقیقتاً صرف اللہ ہے باقی جو کچھ نظر آتا ہے یہ دھوکہ ہے ماؤسما کچھ بھی نہیں ہر چیز' ہر ذرہ اُس کے قائم رکھنے سے قائم ہے اپنی قوت سے کچھ بھی قائم نہیں ہے یہی دعوت تھی رسول اللہ ﷺ کی اور جنہوں نے دعوت قبول کی انہوں نے قربانیاں دیں انہوں نے گھر بار قربان کئے' مال' جائیداد' اولادیں قربان کیں جانیں قربان کیں اور اُس قربانی کو سعادت سمجھا اور اپنی خوش بختی سمجھا اور وہ تھی بھی سعادت اور خوش نصیبی دنیا میں بھی یہ چیز ہوئی لیکن یہاں برصغیر میں' ہندوؤں کے میل جول کے ساتھ بہت سی ہندوانہ رسومات در آئیں اور اسلام کا روشن چہرہ لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہوتا گیا اور اسلام کے نام پر حصول دنیا' حصول زر' معاملات دنیا کا حل دین کے نام پر شروع ہوتا گیا آجکل کے دور میں پھر اسے میڈیا نے ہوا دی اور حیرت ہوتی ہے کہ ایک مولوی نما شخص بڑی پگڑی شگڑی باندھ کر داڑھی کو چمکا کر بیٹھا ہوتا ہے ٹیلی ویژن پر لوگ فون کر رہے ہوتے ہیں جی میری فلانی مصیبت ہے وہ فوراً استخارہ کرتا ہے پتہ نہیں یہ استخارہ کہاں کی مشین ہے کوئی اُس کا بٹن دبتا ہے اُس سے جواب آجاتا ہے وہ فوراً بتا دیتا ہے تمہارے استخارے میں یہ ہے یہ سارا دین کے ساتھ مذاق ہے یہ دین نہیں

ہے اس لئے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ دین پھیلانے کی بجائے بے راہ روی پھیلانے میں صف اول میں ہیں انہیں جو فنڈز ملتے ہیں انہیں جو حکومتوں کی سرپرستی ملتی ہے انہیں جو لائسنس ملتے ہیں اس میں بنیادی بات یہی ہوتی ہے کہ تم بے حیائی کو عام کرو آپ نہیں دیکھتے کہ علی الصبح چند آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور تلاوت ختم ہوتی ہے تو فوراً گانے والی عورتیں آجاتی ہیں کیا یہ تلاوت عورتوں کے گانے کی بنیاد ہے! ہمارے ذرائع ابلاغ اس کے علاوہ کیا کرتے ہیں؟ اللہ نے دین کو ہمیشہ رکھنا ہے جب تک سورج طلوع وغروب ہو رہا ہے اسلام رہے گا۔ یہ میرا آپ کا کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہے۔ اسے حفاظت الہیہ حاصل ہے ہم محتاج ہیں اسلام کے اگر ہم نے اسلام کے دامن میں پناہ لے لی تو ہمیں بھی اللہ کی رحمت نصیب ہوگی اور جو اسلام کا دامن چھوڑے گا وہ خود تہی دامن ہو جائے گا نہ اللہ کا کچھ بگڑے گا نہ اس دین کا کچھ بگڑے گا اور جب دین اٹھ جائے گا دنیا سے تو پھر دنیا باقی نہیں رہے گی پھر قیامت قائم ہو جائے گی اہل اللہ نے کوششیں کیں محنتیں کیں لوگوں کو صراط مستقیم پہ لائے۔ لوگوں کو اللہ سے محبت دلائی اس لئے کہ وہ الحی ہے القیوم ہے اُسکی حیات مستعار نہیں ہے اُسکی ذات کا وصف ہے کہ وہ زندہ ہے اور وہ قیوم ہے قائم رکھنے والا ہے ہر چیز اُس کے آسرے پہ قائم ہے لہٰذا جو اُس کے ساتھ واصل ہو گیا جسے اُسکی رضا حاصل ہوگئی وہ بارش کا وہ قطرہ ہے جو سمندر میں گرتا ہے ایک قطرہ ریت پہ گرتا ہے فنا وہ بھی ہو جاتا ہے ایک قطرہ سمندر میں گرتا ہے فنا وہ بھی ہو جاتا ہے لیکن ریت پر گرنے والا قطرہ فنا ہی ہو جاتا ہے اور سمندر والا قطرہ فنا تو ہوتا ہے لیکن مٹتا نہیں ہر لہر میں نظر آتا ہے۔ اہل اللہ نے کوششیں فرمائیں اور آپ کے سامنے ہے کہ شیطان نے اُن کے زمانے میں تو مار کھائی لیکن اُن کی آنکھیں بند ہونے کے بعد انہی کی قبروں کی عبادت اور پرستش پہ لوگوں کو لگا دیا جنہوں نے زندگی بھر دین کی سربلندی کیلئے جہاد کیا' محنتیں کیں' مجاہدے کئے اور اللہ کی ایک مخلوق کو ہدایت نصیب ہوئی جن کے طفیل اُن کے وصال کے بعد کچھ ہی عرصہ گزرا تو انکی قبروں کی پوجا شروع ہوگئی لوگ بھٹک گئے گمراہ ہو گئے۔ ڈھول' باجے' گاجے' تاشے لیکر گانے والی بازاری عورتیں لیکر اُن کی قبروں پر جمع ہو گئے اور یہ ابلیس کا انتقام تھا اور ہم اُسکی نظر ہوتے رہے اور ہم دیکھتے رہے۔ اس کے ہتھکنڈے عجیب وغریب ہیں ہندوستان میں اور دہلی کے نواح میں بے دینی اس قدر عام ہوگئی تھی ہم نے بھی وہ لوگ دیکھے ہیں جب ہجرت کر کے آئے تو یہاں پاکستان میں بھی وہ نام کے تو لوگ مسلمان تھے لیکن اُن غریبوں کو کلمہ نہیں آتا تھا اُن کے لباس ہی صرف ہندوؤں اور سکھوں جیسے نہیں تھے بلکہ وہ سر پر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں کہ وہ سکھوں کی طرح پگڑی باندھتے اور مسلمان تھے اُن کے سروں پہ جوڑا تو نہیں ہوتا تھا لیکن پگڑی کے آخری سرے کو گول کر کے یہاں رکھ کر اوپر پگڑی دیکر سکھوں کی طرح وہ بھی بنا لیتے تھے اور تھے مسلمان مولانا محمد الیاس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن لوگوں پر محنت کرنا شروع کی اور انہیں کلمہ اور نماز سکھانے کیلئے احباب کو جمع کر کے مختلف علاقوں میں بھیجنا شروع کیا یہ بنیاد تھی تبلیغی جماعت کی کہ جو کلمے سے بھی ناآشنا ہیں۔ جنہیں وضو کا بھی پتہ ہی نہیں ہے اور ہے مسلمان دعویٰ بھی مسلمانی کا کرتے ہیں اُن کے ساتھ محنت کی جائے اور انہیں کچھ سمجھایا بھی جائے' کچھ سکھایا بھی جائے وقت کے ساتھ ساتھ جماعت بڑھتی گئی پھر ملک تقسیم ہوا اُس کے مراکز ہندوستان میں بھی رہ گئے مشرقی پاکستان میں بھی بن گئے

ڈھا کہ میں بھی یہاں بھی لاہور میں مرکز بن گیا رائے ونڈ میں لیکن اس گذشتہ نصف صدی میں آپ دیکھیں کہ وہ لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے مقصد کیا تھا اب یہ ضروری نہیں تھا کہ انہیں دنیا ہی کی طرف لانا ہے آج جو کچھ ہے سارے کا سارا اُسمیں سے اللہ کا نام بیشک نکال دیجئے چونکہ سارے کا سارا ''جنت انٹرڈ'' ہے چلہ لگالو جنت آپ کی ہوگی اب اُس چلے کے بعد چوری کرو، دھوکہ کرو جھوٹ بولو کوئی فرق نہیں پڑتا حوریں مل جائیں گی آپ کو جنت آپ کی ہوگئی سارے گناہ معاف ہو گئے آپ جنتی ہو گئے جنت کی سند مل گئی اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہے جنت بھی تو مخلوق ہے۔ خالق تو نہیں ہے یعنی شیطان کے فریب بھی ایسے ہیں کہ اگر دنیاوی چیزوں پہ نہیں لگ سکے تو ایک آخروی چیز پہ لگا دیا لیکن اللہ کی طرف جانے کا راستہ موڑ دیا کہ اللہ سے جب تعلق بنتا ہے تو زندگی کا ایک ایک سانس گروی ہو جاتا ہے اپنا نہیں رہتا ایک ایک لمحہ اللہ کا ہو جاتا ہے۔ ایک ایک عمل کے وقت اللہ کے حضور حق کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ میں کیا کہنے لگا ہوں میں کیا کرنے لگا ہوں اور میرا رب تو میری جان سے میرے قریب ہے میرے پاس ہے میں اللہ کے روبرو کیا کر رہا ہوں اس چیز سے ہٹا دیا پھر وہ نمازیں پڑھتا رہے۔ روزے رکھتا رہے۔ تسبیح پڑھتا رہے کیا ہوگا؟ کیا یہ دلیل کافی نہیں ہے کہ جب ساری دنیا دین کے خلاف تھی پورے روئے زمین پر کوئی کلمہ گو نہیں تھا جب آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور ایک ایک در کے جانثار جمع ہوئے تو کسی کے ساتھ حضور ﷺ نے کوئی دنیا کا وعدہ فرمایا! محض اللہ واللہ کی محبت' معرفت حق' وصول حق بلکہ بات یہاں تک پہنچی کہ حضرت یاسرؓ کے خاندان کو ابوجہل نے بہت اذیتیں دیں مکہ مکرمہ کی ایک گلی میں باندھ دیتا خاندان ہی کیا تھا چار فرد تھے حضرت یاسر تھے انکی اہلیہ تھی ایک جوان بیٹا تھا ایک بیٹی تھی وہ کھونٹے گاڑ کر زمین پر ہاتھ پاؤں کھینچ کر باندھ دیئے اور مار مار کر پیٹ پیٹ کر جب تھک گیا بلکہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ دوسری گلی سے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ کی نظر پڑی آل یاسر پہ کوڑے برسائے جا رہے تھے تو حضور ﷺ نے دیکھ کر فرمایا ''اصبروا یا آل یاسر'' اے آل یاسر صبر کرو۔ برداشت کرو ان موعدکم جنته تمہارے ساتھ جنت کا وعدہ ہے یہ وعدہ اس لئے نہیں تھا کہ انکی منزل جنت ہے وعدہ وصول حق کا تھا اور جنت کیا ہے اللہ کے مہمانوں کی رہائش گاہ ہے اللہ کے مقرب بندوں کے رہنے کی جگہ جنہیں رضا حق نصیب ہوگی جنہیں وصول حق نصیب ہوگا انکی رہائش گاہ ہے تو اُس سے ہم نے غلط معانی لئے کہ جنت ہی منزل ہے۔ منزل وصول حق ہے جنت استعارہ ہے وصول حق کا کہ جنت انہی کو نصیب ہوگی جنہیں وصول حق نصیب ہوگا ان لوگوں کی رہائش گاہ ہے جنت وہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ فرمایئے ہمیں اس مار سے نجات ملے۔ اللہ کریم سے کہیے ہماری قوت برداشت جواب دے رہی ہے کیوں نہیں کہا؟ اس لئے کہ یہ دکھ تکلیف آرام یہ انکی منزل نہیں تھی انکی منزل تو اللہ کا وصول تھا اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہر ضرب پر ہمیں جو مشاہدہ نصیب ہوتا ہے جو جمال نصیب ہوتا ہے جو تجلیات نصیب ہوتی ہیں اگر وہ کہتے تھے اور مارو مارنے والے کو تو یہ خبر نہیں تھی کہ اسکی ہر ضرب پر انہیں کیا لذتیں مل رہی ہیں حتیٰ کہ جس کی جان اس راہ میں چلی جاتی ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ شہدا کو میدان حشر میں اللہ کریم فرمائیں گے۔ وبرزت الجحیم لمن یریo واذ لفت الجنته للمتقین غیر بعیده جہنم لائی جائے گی جسکی مرضی ہے دیکھے میدان حشر میں سامنے ہوگی دیکھو یہ دوزخ ہے

وازلفت الجنته غیر بعید جنت کو بھی سنوار سنگھار کر سامنے کر دیا جائے گا دور نہیں ہوگی سامنے ہوگی۔ شہدا سے کہا جائے گا مانگو کیا چاہتے ہو حضور فرماتے ہیں کہ وہ عرض کریں گے جنت سامنے ہوگی بنی سنوری ہوگی وہ عرض کریں گے یا اللہ پھر سے دنیا قائم فرما ہمیں دنیا میں واپس بھیج پھر تیرے راہ پہ جان نثار کریں اور جو گلا کٹنے کی لذت ہے وہ پھر نصیب ہو جو سینہ چھلنی ہونے کی لذت ہے وہ پھر نصیب ہو پھر ہم اُسی موت کے دروازے سے اُسی نزع کے عالم سے گزریں اور وہاں جو تجلیات نصیب ہوئی تھیں ایک دفعہ وہ لذت پھر نصیب ہو جائے اور اللہ کے روبرو حضور ﷺ نے اس طرح کر دیا کہ حضرت یاسرؓ کی اہلیہ جو اسلام کی پہلی شہید خاتون ہیں اُن کی استقامت سے تنگ آ کر ابوجہل کہنے لگا کہ لوگ مجھے کیا کہیں گے کہ ایک غلام خاندان کی بڑھیا بھی میرے کہنے پر اپنے دین سے نہ پھر سکی تو میرے پلے کیا بچے گا کہنے لگا تم کم از کم دل سے نہیں زبان سے کہہ دو کہ میں اسلام کو چھوڑتی ہوں میں اللہ کو واحد نہیں مانتی میرا بھرم تو رکھ لو۔ دل سے نہ کہو زبانی کہہ دو تو وہ ضعیفہ کہنے لگی کہ میں کیسے کہہ دوں جب وہ ہے ہی ایک میرے تو سامنے ہے روبرو ہے۔ ہے جو ایک تو میں کیسے کہہ دوں ایک نہیں ہے اور تو تو بدبخت ہے اندھا ہے تجھے تو نظر نہیں آ رہا اُسکی ذاتی تجلیات میرے سامنے ہیں' میں کیسے کہہ دوں یہ ایک نہیں ہے جسے میں دیکھ رہی ہوں' میں محسوس کر رہی ہوں۔ میں کیسے کہہ دوں ایک نہیں ہے حتیٰ کہ اُس نے نہایت ظلم سے انہیں شہید کر دیا اور مکہ کی سرزمین پر پہلی شہید خاتون کا خون جذب ہوا وہ پہلی شہید خاتون ہے اسلام کی جنہیں مکہ مکرمہ میں اسی بات پہ شہید کر دیا گیا وہ شہید ہو گئی لیکن وہ کہتی تھی اللہ کے روبرو کر دیا محمد رسول اللہ ﷺ نے وہ کہتی تھی میرے تو روبرو ہے جب ہے ہی ایک میں کیسے کہہ دوں ایک نہیں ہے اسے انتہائی ظالمانہ طریقے سے شہید کیا گیا خنجر مارے گئے پھر دونوں ٹانگیں دو جانوروں کے ساتھ باندھ کر جسم چیر دیا گیا لیکن وہ کہتی رہی اللہ واحد ہے لاشریک ہے اسی طرح آپ اہل اللہ کی سرگذشت پڑھیں تو ہر ولی اللہ نے ہر عالم حق نے ہر اُس بندے نے جسے اللہ نے توفیق دی کوشش کی کہ لوگوں کو اللہ کے روبرو کریں لوگوں کو اللہ سے ملائیں مرور زمانہ سے اُنکی آنکھیں بند ہوئیں تو لوگ اللہ کو بھول کر پھر اپنی دنیا میں گم ہو گئے اب اس خانقاہ پہ جاؤ جی اُس مزار پہ جاؤ تو کھانسی ٹھیک ہو جائے گی۔ اس مزار پہ جاؤ تو ٹانگ کا درد ٹھیک ہو جاتا ہے اس مزار پہ چادر چڑھاؤ تو روزگار مل جاتا ہے بدیں تفاوت راہ از کجا است تا با کجا۔ بات کیا تھی کہاں پہنچ گئی کیا یہی نہیں ہو رہا لیکن چونکہ دین نے ہمیشہ رہنا ہے اللہ کریم پھر کوئی چشمہ صافی جاری فرما دے گا پھر لوگ اللہ اللہ کرنے لگ جائیں گے حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک کے سارے اسّی برس راہ حق میں گزارے اور لوگوں کو ایک ایک کو پکڑ پکڑ کر اُس پہ چلانے کی کوشش فرمائی اُس زمانے کے جو ساتھی موجود ہیں انہیں یاد ہوگا کہ کسی کو جرات نہیں ہوتی تھی کہ وہ وہاں یہ کہہ دے کہ جی مجھے یہ تکلیف ہے وہ تعویذ دیدو یہ کر دو بلکہ ہم ترسا کرتے تھے کہ کبھی حضرت کی زیارت نصیب ہو جائے یا چند لمحے ساتھ بیٹھنا نصیب ہو جائے دنیا کا تو کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا تھا اللہ دیتا ہے ہر ایک کو دیتا ہے دشمنوں کو بھی دیتا ہے۔ ناراض بھی ہوتا ہے تو روزی بند نہیں کرتا اور گناہ دیکھ کر کسی کو دھکے نہیں دیتا لاکھوں گناہوں میں غرق ہونے کے بعد نیچے دلدل کی طرف سے کوئی اُسے پکارے تو اُسے پھر اٹھا کر اوپر لے آتا ہے اپنی بارگاہ میں لے جاتا ہے لیکن کوئی اُسکی طلب تو

کرے۔ کوئی اُسکی آرزو تو کرے یہ بڑے مخلص لوگ تھے اللہ کے بندے تھے اُن کے دل میں اپنے دل میں اللہ کی طلب تھی انہوں نے لوگوں کے دلوں میں اللہ کی طلب پیدا کی۔

''زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن'' یہ لوگ شہباز طریقت تھے۔ دنیا سے پردہ فرما گئے اور بات نااہلوں کے ہاتھ میں آ گئی۔ میرے جیسے لوگ اُن کے جانشین بن گئے ہم لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں شائد میرے ہی اُس میں کوئی کمی ہو کہ جو بھی آتا ہے سب کے ساتھ دنیا کی آلائشیں لگی ہوئی ہیں۔ میری بچی بیمار ہے تعویذ دیدو میرے بیٹا بیمار ہے تعویذ دیدو۔ میرا فلاں کام رُک گیا۔ یار سارا سال تو تعویذ ہی لیتے رہتے ہو ایک دن تو کبھی اللہ کیلئے بھی آ جایا کرو۔ ایک اجتماع جو ہوتا ہے ایک دن رات کا اس ایک دن رات میں صرف اللہ کیلئے کوئی نہیں آ سکتا اب کم از کم جسے تعویذ لینا ہو اجتماع پہ نہ آئے صرف وہ لوگ آئیں جنہیں صرف اللہ اللہ کرنی ہے اور جنہیں صرف اللہ کی رضا چاہیے۔ یہ سلسلے کے لوگ ہی نہیں لیتے مجھ سے تعویذ کافر بھی لے جاتے ہیں بے دین بھی لے جاتے ہیں' بدمعاش بھی لیجاتے ہیں' بدکار بھی لیجاتے ہیں۔ اللہ کا نام لکھ کر دینا ہوتا ہے جسکا جی چاہے لے جائے ٹھیک ہوتا ہے تو اُسے اللہ کرتا ہے نہیں ہوتا تو اللہ نہیں کرتا یہ میرا ٹھیکہ نہیں ہے اللہ کا کوئی بندہ جب اللہ کی مدد مانگتا ہے ہم اللہ کا نام لکھ کر دیدیتے ہیں وہ ٹھیک ہو جائے تو اللہ کی مرضی نہ ٹھیک ہو تو ہمارا ٹھیکہ نہیں ہے ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے ہم نہ کسی کو بیمار کر سکتے ہیں میں خود بیمار رہتا ہوں۔ میں دوسروں کو ٹھیک کہاں سے کروں دنیا بھر کی بیماریاں تو میرے ساتھ ہیں دس دس بارہ بارہ گولیاں صبح شام کھاتا ہوں ایک ٹیکہ صبح لگاتا ہوں ایک رات کو لگاتا ہوں دو ٹیکے روزانہ لگاتا ہوں میں خود بیمار ہوں میں آپ کو صحت کہاں سے دوں۔ لیکن آرزو یہ ہوتی ہے تمنا یہ ہوتی ہے کہ کوئی تو آئے جو صرف اللہ سے بات کرنا چاہتا ہے۔ کوئی تو آئے جسے صرف اللہ چاہیے کوئی نہیں ملتا کیا عجیب زمانہ آ گیا یا میرے خلوص میں کمی ہے۔ میں منافق ہوں بات اللہ کی کرتا ہوں اور دل میں اللہ نہیں ہے یا پھر لوگوں میں اہلیت نہیں رہی کہیں تو کچھ ہے کیا اتنی دنیا خالی ہو گئی ہے کہ یہ ایک دن جو صرف اللہ کے ذکر کیلئے ہوتا ہے۔ یہ ایک دن بھی اللہ کا نہیں رہا یہ بھی تعویذوں ہی کا ہو رہا ہے۔ میں صبح دس بجے بیٹھا ہوں اور دو اڑھائی تین بجے تک تعویذ ہی لکھتا رہتا ہوں لوگ آتے رہتے ہیں لکھاتے رہتے ہیں۔ لیتے رہتے ہیں اور لوگوں کو فرق نہیں پڑتا مجھ سے بھی لیجاتے ہیں کوئی الو کا پٹھہ کہہ دے کہ میں تعویذ لکھتا ہوں اُس سے بھی لے آتے ہیں۔ کوئی بدکار' بے ایمان' شرابی' چرسی کہہ دے میں فلاں مرض کا دم کرتا ہوں وہاں بھی جمگھٹا ہو جاتا ہے اُس سے دم کرا رہے ہوتے ہیں ایسے ایسے جاہلوں کو میں نے دیکھا جنہوں نے زندگی بھر کعبے کو منہ نہیں کیا نماز پڑھنا تو دور کی وضو کرنے کا طریقہ بھی نہیں آتا لوگ اُن سے دم کرواتے پھرتے ہیں لوگوں کو اُس سے کیا غرض دیندار ہے یا بے دین۔ لوگ ہندوؤں اور سکھوں سے دم کرواتے پھرتے ہیں اور وہی سلوک اگر ہمارے ساتھ بھی ہے اور دم ہی کرواتے پھرتے ہو تو بات تو ختم ہو گئی پھر یہ ساری محنت یہ تو سارا فضول ہے۔ یہ تو ایک ہنگامہ ہے کہ لوگ جمع کر لئے کچھ اُن کو غلط فہمی ہو گئی کہ ہمارا فائدہ ہو رہا ہے کچھ ہمیں غلط فہمی ہو گئی کہ لوگ آئے تو ہماری بڑی عزت ہو گی اور ہمارا بڑا اقتدار ہو گیا لیکن یہ ساری چیزیں کیا اللہ کی بارگاہ میں کام آئیں گی اور آخرت میں کام آئیں گی۔

اللہ تقاضا کرتا ہے محبت کا انسان کو شعور اس لئے دیا کہ وہ اسکی ذات کو سمجھے اُسکی صفات کو سمجھے اُسے اس قابل سمجھے کہ اس پہ جان قربان کرنی چاہیے۔ یہ واقعی یہ ذات ایسی ہے کہ اس پہ جان نچھاور کرنی چاہئے یہ تو اسلام ہے۔ انسان ہے اُس کے ساتھ تکلیفیں بھی ہیں کہتا ہے میرے ساتھ بات کرو مجھ سے مانگو اچھا مزے کی بات اور بھی ہے میں دیکھتا رہتا ہوں میں بھی انسان ہوں۔ ہر آنے والے کو اپنا دکھ یاد ہوتا ہے۔ مجھے سر میں درد ہوتا ہے۔ میرے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ میرا بیٹا بیمار ہے، کبھی کسی کو یہ نہیں ہوتا کہ یار تم بھی بیمار تو نہیں ہوئے اس سے اس سے غرض ہی نہیں ہے۔ مرے کوئی جئے یہ کبھی کسی نے نہیں پوچھا تو جب اتنی بے رخی ہے تو اللہ اللہ تک کب پہنچیں۔ اللہ کو کیا جانیں اللہ کو تو وہ خلوص چاہیے وہ درد چاہیے جو دل سے اٹھے اور سوائے وصال الٰہی کے اُسکی کوئی دوا نہ ہو وہ ٹیسٹ چاہیے جسے صرف اللہ کے نام پہ سکون بھی ملے اور اُس کا آتش شوق اور بھی بھڑکے۔ ایسا دل چاہیے جو جوں جوں قریب ہو اُس کا درد اور بڑھے مٹنے کی بجائے آتش شوق اور بھڑکے اس لئے کہ صرف وہ ہے اس قابل جس پہ جان لٹائی جائے وہ ہے جسکو چاہا جائے۔ وہ ہے جس سے محبت کی جائے۔ وہ ہے جس پہ سب کچھ لٹایا جائے اور جب اُس سے تعلق بنتا ہے تو پھر رواں رواں اُس کا ہو جاتا ہے پھر سوچیں اُسکی ہو جاتی ہیں سانسیں اُسکی ہو جاتی ہیں کردار اور عمل اپنا نہیں رہتا حکم کا منتظر رہتا ہے جو کرنے کا حکم ملتا ہے وہ کرتا ہے جہاں سے روک دیا جاتا ہے وہاں رُک جاتا ہے جہاں مارنے کا حکم ملتا ہے وہاں مارتا ہے۔ جہاں مرنے کا حکم ملتا ہے وہاں مرتا ہے۔ بندے کو خوشی نہ کسی کے مارنے میں ہے نہ مرنے میں ہے کسی چیز کے حاصل کرنے میں نہ کھونے میں اُسکی خوشی وصول حق میں ہے۔ وہ مارنے کا حکم دے کر راضی ہے تو بندہ مارتا ہے وہ مرنے کا حکم دیکر راضی ہے تو وہ مرتا ہے وہ جینے کا کہتا ہے تو وہ جیتا ہے۔ کچھ کام کرنے کا کہتا ہے کرتا ہے۔ کسی سے روک دیتا ہے وہ رُک جاتا ہے اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر کیا فائدہ اس ساری ہاؤ ہو کا پھر تو ہم سے سیاستدان بھلے جو لاکھوں لوگ جمع کر لیتے ہیں کچھ اُن کو کھلاتے پلاتے ہیں۔ کچھ ان سے چندے وصول کر لیتے ہیں۔ دنیا دار ہی پھر ہم سے بھلے جو ہاؤ ہو بنا کر جلسے جلوس بنا کر جھنڈے اشتہار لگا کر کچھ قبروں پر کچھ مقبروں پر کچھ دیواروں پر کچھ درختوں پہ لوگوں سے نذرانے بھی وصول کرتے ہیں جم غفیر بھی جمع ہو جاتا ہے یہ مقصد تو نہیں ہے ہمارا۔ یہاں یہ کچھ نہیں ملتا یہ کچھ نہیں بٹتا انسان ہے اُسکی ضرورتیں ہیں۔ میں تعویذ اس لئے نہیں دیتا کہ اُس سے میری شان بڑھتی ہے میں ایک کو ڈر سے دیتا ہوں کہ انہیں نہیں دو گے تو یہ بے دینوں اور بدکاروں کے پاس تعویذ لینے جائیں گے اور دین بھی خراب کر کے آئیں گے اس کے باوجود عاملوں کے پاس پہلے جاتے ہیں وہاں سے عملیات کروا کے جب ذلیل ہو چکتے ہیں تو پھر آتے ہیں ابھی پچھلے دنوں ایک صاحب آئے اُنکی بیوی کو کسی عامل نے کوئی وظیفہ بتایا وہ کلمات کفریہ تھے اور شیطانی تھے اُس نے وظیفہ کیا شیاطین نے اُسے گھیر لیا اب وہ شیاطین پیچھا نہیں چھوڑ رہے تھے پھر یہاں آ پہنچے بھئی یہاں آپ کیا لینے آئے ہو گزارہ کرو ان کے ساتھ۔ اوہ نہیں جی غلطی ہوگئی ابھی اجتماع کے دن رخصت کیا جی ہمیں اجتماع میں رات گزارنی ہے۔ میں نے کہا بھئی آپ کوئی اجتماع کیلئے آئے ہو آپ تو شیطانوں سے جان چھڑانے کیلئے آئے ہو۔ الحمد للہ آپ کا علاج ہو گیا آپ تشریف لے جائیں جب اللہ کی طلب پیدا ہوئی پھر اجتماع پہ آنا یہ اجتماع ایسا نہیں ہے کہ By the

Way آپ آئے ہیں اپنے علاج کیلئے اب آپ اجتماع میں بھی گھس جائیں لیکن کس کس کو روکیں یار یہ تو ساری مخلوق ہی ایسی ہے پھر کیا کریں تو میری گزارش یہ ہے کہ جنہیں کوئی بھی دنیاوی کام ہو سارا مہینہ آپ کیلئے ہے کام اللہ نے کرنا ہے آتے رہیں موج کریں اجتماع پہ تشریف نہ لایا کریں۔

اجتماع ایک دن کا ہو یا اجتماع چالیس دن کا ہو مرد ہو یا خواتین صرف وہ بندہ اجتماع پہ آئے جسے اللہ کے وصول کی خواہش ہو۔ جو اللہ سے ڈرنا چاہتا ہو' جو دل کو اللہ کے نام سے روشن کرنا چاہتا ہو' جو دل میں اللہ کو بسانا چاہتا ہو' صرف وہ بندہ آئے نہ اپنا وقت ضائع کرو نہ میرا وقت ضائع کرو۔ میں گڈا گڈا تعویزوں کا لکھ کر شوکت کو بھی دیتا ہوں لیڈی سیکشن میں بھی دیتا ہوں۔ اتنے اجتماع پہ آرہے ہیں انہوں نے لینے تو تعویذ ہیں آٹھ دس دس کاغذ لیکر کیا فائدہ تو یہ کام سارا مہینہ بھی چلتا ہے۔ دشمن لیجاتے ہیں بے دین لیجاتے ہیں۔ کافر لیجاتے ہیں مسلمان بھی لے جاتے ہیں جس کا جی چاہے جو آتا ہے ہمارا کیا جاتا ہے ہم بھی اُس پہ دو نام اللہ کے لکھ کر تین بار اللہ لکھ کر دیدیتے ہیں آگے اللہ کی مرضی وہ شفا دینے والا ہے دیتا ہے تو دیتا رہے لوگوں کو شفا ہوتی ہے لیکن انہیں وصول حق تو نہیں مل جاتا اُن کا عقیدہ تو صحیح نہیں ہو جاتا اُن کا کردار تو درست نہیں ہو جاتا۔ اگر ایک پھکی لینے سے پیٹ کا درد ٹھیک ہوسکتا ہے ایک گولی لینے سے ٹھیک ہوسکتا ہے تو ایک تعویذ پینے سے بھی ٹھیک ہوسکتا ہے وہ مومن پیئے یا کافر پیئے برابر ہے اگر آپ کی ساری محنت کا حاصل بھی یہی رہا تو پھر یہاں دھکے کھانے کی اور راتوں کو زمین پہ لیٹنے کی اور جاگنے کی ضرورت کیا ہے! میں نے اس لئے آج ذکر نہیں کرایا میں نے جان کر ذکر نہیں کرایا لوگوں کو ذکر کی ضرورت نہیں ہے میں کیوں کراتا ہر اجتماع پہ صبح ذکر ہوتا ہے ناں آج کیوں نہیں ہوا اس لئے نہیں ہوا کہ میں سمجھتا ہوں لوگوں کو اسکی ضرورت نہیں ہے اور آئندہ اجتماع پہ صرف وہ لوگ آئیں جنہیں صرف خالص اللہ کا ذکر۔ اللہ کی رضا اور اللہ کے قرب کیلئے چاہیے صرف وہ لوگ آئیں کم از کم مہینے میں ایک دن اور ایک رات تو خالص رہنے دو کسی اجتماع پر آئندہ کسی مرد کسی خاتون کو کوئی تعویذ نہیں ملے گا اب بات ختم اس لئے تعویذوں کی امید پر اجتماع پہ مت آئیں آج سے اجتماع ماہانہ ہو اُس پر آنے والے احباب کو خواتین کو کوئی تعویذ نہیں ملے گا کوئی دم نہیں کچھ نہیں ملے گا ساری مصیبتیں آپ کی اپنے ساتھ ہی رہیں گی کوئی دعا بھی نہیں کرے گا جسے صرف اللہ کی یاد لینی ہو وہ آئیں باقی تشریف نہ لائیں۔ خواہ ایک بندہ آجائے ہمارے لئے وہ کروڑوں جتنا ہے وہ اللہ کا طالب تو ہو۔

دعا کوئی مشورہ تو نہیں ہے کہ اللہ نظام کائنات نہیں چلا سکتا اور دعا والا اُسے مشورہ دیتا ہے اسے کہ اس طرح کر دو تو ہو جاتا ہے۔ دعا کی اصل صرف یہ ہے کہ اللہ سے بات کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے کام تو اپنی مرضی سے کرتا ہے دعا کی حقیقت بھی یہ ہے کہ اللہ سے بات کرنے کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے بندہ اللہ کے روبرو ہو جاتا ہے اللہ سے بات کر رہا ہوتا ہے۔ اللہ سے اپنا دکھ کہہ رہا ہوتا ہے۔ اللہ سے اپنے درد بیان کر رہا ہوتا ہے۔ اللہ جانے اور اُس کا بندہ جانے وصول الی اللہ تو اسلام ہے۔ اب اللہ سے بات کرے اللہ سے مانگے۔ اللہ سے لڑے۔ اللہ سے جھگڑے اللہ سے پیار کرے لیکن وہ ہو اور اُس کا اللہ ہو جو جی چاہے

تو میرے بھائی اگر آپ مجھے کوئی سمجھتے ہیں کہ اسکی کرامت سے یہ ہوا تو مجھ سے کچھ بھی نہیں ہوتا نہ میں کسی کیلئے کچھ کرتا ہوں میں خود بیمار ہوں مجھے خود لوگ تنگ کرتے ہیں میرے ساتھ لوگ دشمنی کرتے ہیں۔ بندوقیں لئے پھرتے ہیں مارنے کے لئے میں خود بندوق اٹھائے پھرتا ہوں اپنی حفاظت کیلئے آپ کو میں کیا دوں گا۔ جس طرح ہمارے حکمران خود چھپتے پھرتے ہیں اپنی جان بچانے کے لئے تو وہ رعیت کو تحفظ کیا دیں گے لوگوں کو، پبلک کو تحفظ کیا دیں گے گھر گھر لٹ رہا ہے کوئی کچھ نہیں کرتا۔ وہ بچا سکتے ہیں جو خود چھپتے پھرتے ہیں باہر نکلیں تو مارے جائیں گے وہ لوگوں کو تحفظ کیا دیں گے جو اپنی جان نہیں بچا سکتے۔ یہی حال میرا بھی ہے میں تو ایک محتاج عاجز بندہ ہوں مجبور انسان ہوں مزدور آدمی ہوں۔ کھیتی باڑی کرتا ہوں۔ کاروبار کرتا ہوں۔ دن بھر جھمیلے کرتا ہوں دو وقت کی روٹی کھانے کیلئے محتاج ہوں تو آپ کو کیا دوں گا۔ ہاں میں نے عمر لگائی ہے اللہ اللہ سیکھنے کے لئے اور جسے اللہ اللہ کی خواہش ہو وہ ضرور آئے ورنہ کم از کم مہینے کا یہ ایک دن اور ایک رات نہ اپنا وقت ضائع کریں نہ مجھے پریشان کریں اور میں نے آج سے یہ قانون بنا دیا ہے آئندہ اجتماع پر کسی کو کوئی تعویذ نہیں ملے گا۔ وہ مرتا ہے یا جیتا ہے۔ وہ بیمار ہے یا صحت مند ہے بغیر اجتماع کے سارا دن صبح دس بجے سے لیکر اڑھائی بجے تک اور پانچ بجے میں پھر جاتا ہوں چھ سات بجے بھی آ جاتے ہین تعویذ لینے والے۔ جی ہم راستہ بھول گئے تھے دیر سے آئے ہیں جی بھائی لے جاؤ تعویذ اللہ آپ کو شفا دے بات ختم۔ پرسوں میں بیٹھا تھا باہر مغرب کی نماز کے بعد دو بندے ہمارے ساتھ بیمار بھی ہے جی ہم راستہ بھول گئے تھے جی ہم مغرب کی نماز کے بعد میں نے کہا تعویذ لو اور جاؤ لیکن کم از کم یہ چند لمحے تو اللہ کیلئے رہنے دو شائد آپ نے یہ نشہ چکھا ہی نہیں آپ کو اس میں لطف آیا ہی نہیں۔ آپ نے ابھی دل کو اُس طرف موڑا ہی نہیں محض رسماً ذکر کرتے رہتے ہیں۔ ورنہ اگر ایک لمحہ بھی اگر لذت وصال حاصل ہو جائے تو اُس کے سوا پھر کچھ یاد نہیں رہتا۔ میں خود کمزور آدمی ہوں اگر میں آپ کی اصلاح نہیں کر سکا تو آپ کم از کم مجھے بگاڑیں نہیں۔

اب مجھے سمجھ آئی ہے کہ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیوں منع فرما دیا تھا کہ میرے مزار پر نہ آیا کرو لوگوں کو روک دو نہ آیا کریں اگر وہ روکتے نہیں تو آج وہاں بھی پوجا ہو رہی ہوتی کیسے خوش نصیب لوگ تھے زندگی بھر بھی دامن صاف رہا۔ مرنے کے بعد بھی قبر صاف ہے اور الگ تھلگ وہ اپنے اللہ کے ساتھ لو لگائے بیٹھے ہیں کوئی ڈسٹرب نہیں کرتا کوئی پریشان نہیں کرتا جن لوگوں نے وہاں جلسے جوڑنے کی اور نمائش بنانے کی کوشش کی تو انکی مساجد گرا دیں۔ عمارتیں گروا دیں اور انہیں رخصت کر دیا اب بیٹھے ہیں سارے فارغ قبروں پہ تو لوگ اُدھر بڑا خرچ کرتے ہیں۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی مزار پہ مسجد گر گئی کوئی بناتا ہی نہیں۔ وہ مخلص لوگ ہیں اُن میں یہ طاقت ہے کہ قبر میں بیٹھ کر بھی دفاع کر رہے ہیں اپنی قبر کا اور ہم اتنے کمزور ہیں کہ دنیا میں بیٹھے ہیں اور ہم سے اپنا دفاع نہیں ہوتا ہمارا وقت برباد ہوتا ہے۔

تو میرے بھائی آئندہ اگر اجتماع پہ تعویذ لینے ہیں تو تعویذ لو پھر ذکر اذکار نہیں ہوگا پھر تعویذ بانٹے جائیں گے لیکن مہینے کی یہ ایک رات میں تعویذوں کیلئے نہیں دوں گا صرف وہ لوگ آئیں جنہیں ذکر کرنا ہے اور میں نے کل بھی احمد نواز سے کہا ہے کہ مجھے یہ

بات پسند نہیں ہے کہ لوگ اجتماع پہ آئیں اور منہ اٹھائے پھر رہے ہوں کوئی اُدھر پھر رہا ہے کوئی لنگر کے پاس کھڑا ہے کوئی باہر جنہیں آنا ہے پورے آداب کے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر تلاوت کرو۔ ذکر کرو' دنیا کی باتیں ہرگز نہ کرو۔ دنیا کی باتیں مسجد میں حرام ہیں خیر خیریت نہ پوچھو۔ تلاوت کرو۔ ذکر کرو۔ مطالعہ کرو۔ تسبیح پڑھو۔ باہر جانا ہے جس حاجت کیلئے جانا ہے وہاں جاؤ کھانا کھانے جانا ہے تو لنگر میں جاؤ اور واپس آؤ۔ وضو کرنے جارہے ہو تو وضو خانوں پہ جاؤ اور واپس آؤ یہ راستے میں ٹہلنا اور اِدھر اُدھر جھانکنا کوئی جانوروں کو جھانک رہا ہے کوئی مسجد بن رہی ہے اُدھر جھانک رہا ہے۔ کوئی اُدھر جھانک .... اسکی ضرورت نہیں ہے۔ سیر و تفریح کیلئے آنا ہے تو اجتماع کے علاوہ آؤ پھر جنگلوں میں جاؤ۔ سیر کرو گھومو پھرو۔ علاقہ دیکھو۔ اجتماع پہ آنا ہے تو آپ کی پسند سے کام نہیں ہوگا۔ آپ باؤنڈ ہیں اللہ اللہ کرنے کے۔ مسجد میں بیٹھنے کے آپ کو حکماً بیٹھنا پڑے گا۔ کوئی دنیاوی بات نہیں ہوگی۔ کوئی فضول بات نہیں ہوگی۔ کوئی گھومے پھرے گا نہیں جسے کھانا کھانے جانا ہے مسجد سے جائے گا کھانا کھانے اور واپس مسجد میں آئے گا۔ جسے وضو کرنے جانا ہے وضو خانہ پہ جائے گا واپس مسجد میں آئے گا۔ کوئی گپ شپ کوئی سیر سپاٹہ نہیں ہوگا سمجھ رہے ہیں آپ میری بات اور جسے یہ پابندیاں پسند نہ ہوں اُسے آزادی ہے اجتماع پر نہ آئے ایک بندہ آئے دو آئیں کوئی بھی نہ آئے ہم خود کافی ہیں اللہ اللہ کرتے رہیں گے لیکن کوئی دنیا کی طلب لیکر نہ آئے۔ کوئی علاج کرانے کیلئے نہ آئے۔ کوئی گپ شپ کیلئے نہ آئے جسے آنا ہے صرف اللہ کیلئے آئے بس میں نہیں چاہتا کہ جس طرح آج میں نے ذکر چھوڑ دیا ہے اسطرح سے سارے اجتماع چھوٹتے چلے جائیں میں نے جان کر ذکر نہیں کرایا اس لئے نہیں کرایا کہ آپ کو تو صرف تعویذ چاہیے ذکر تو ہم یہ زبردستی کرا رہے ہیں آپ کے تو بچے بیمار ہیں آپ کا تو کاروبار خراب ہو رہا ہے میں خود بیمار ہوں میں آپ کو کیا دوں۔ یہ صحت' بیماری' یہ دولت مندی فقر' یہ جوانی بڑھاپا' یہ فطرت کا ایک نظام ہے یہ چل رہا ہے رات دن چل رہے ہیں' خشک سالی اور بارشیں چل رہی ہیں۔ کبھی قحط ہوتا ہے' کبھی فراوانی ہوتی ہے کوئی جیتا ہے کوئی مرتا ہے۔ لوگ مر رہے ہیں لوگ پیدا ہو رہے ہیں۔ ایک نظام کائنات ہے جو چل رہا ہے اس میں نہ میری مداخلت ہے نہ آپ کی ہم نہیں تھے ہم آئے ہم لمحہ بھر یہاں ٹھہرے ہم نہیں ہونگے نظام مدت سے چل رہا ہے جانے کب تک رب اُسے چلاتا رہے گا وہ خود چلا رہا ہے۔ ہم دنیا میں دنیاوی ضرورتیں ہیں اُن کیلئے چاہیے اچھی بات ہے کسی گمراہ کے پاس جانے کی بجائے کوئی کفریہ کلمات سیکھنے کی بجائے کوئی کفریہ کلمات لکھا کر گلے میں ڈالنے کی بجائے آپ یہاں سے اللہ اللہ لکھا کے لے جاتے ہیں اچھی بات ہے لیکن اجتماع اس کام کیلئے نہیں ہوگا اجتماع صرف اُن کیلئے ہوتا ہے جو وصول حق چاہتے ہیں جو کیفیات قلب چاہتے ہیں جو درد دل چاہتے ہیں جو حضور حق چاہتے ہیں اور صرف وہی لوگ وہی حضرات وہی خواتین اجتماع پہ تشریف لائیں۔ ہر بندے نے ساتھ ایک مریض بھی اٹھایا ہوا ہے کیا تماشا ہے یہاں کوئی علاج گاہ بنی ہوئی ہے یا اجتماع بیماروں کے علاج کے لئے ہے مہینے کے تیس دن سارا دن فارغ ہوتے ہیں جب آپ کا جی چاہتا ہے آئیں کھانا بھی ملتا ہے۔ چائے بھی ملتی ہے عزت بھی کی جاتی ہے اور بٹھایا بھی کرسی پہ جاتا ہے' تعویذ بھی دیئے جاتے ہیں اور کوئی فیس بھی نہیں لی جاتی۔ آپ کو اور کیا چاہیئے اور صرف جماعت کے لوگوں کو نہیں ملتے دوست' دشمن'

مومن کافر سب لیجاتے ہیں سب کی عزت جو بھی آجائے اسکی عزت کی جاتی ہے اسکا احترام کیا جاتا ہے اُسے چائے پیش کی جاتی ہے۔ اُسے عزت سے بٹھایا جاتا ہے کھانے کا وقت ہو تو کھانا دیا جاتا ہے تعویذ بھی دیئے جاتے ہیں لیا بھی کچھ نہیں جاتا تو پھر اس ایک دن کو تو رہنے دو میرے بھائی! میری گزارش یہ ہے کہ خواتین وحضرات اجتماع پہ صرف وہ آئے جسے صرف اللہ اللہ کرنی ہو اور جتنا وقت یہاں گزارے صرف اللہ اللہ کرے حضرات کو دیکھو تو باہر پھر رہے ہیں کوئی سڑک پہ پھر رہا ہے کوئی پٹرول پمپ پہ پھر رہا ہے کوئی لنگر کے گرد پھر رہا ہے کوئی راستے میں مٹلا رہا ہے۔ خواتین آ جا رہی ہیں راستہ صاف نہیں ہے۔ پھر رہے ہیں راستے میں بھی آپ اپنا آئے ہیں اللہ اللہ کیلئے مسجد میں بیٹھو۔ اللہ اللہ کرو۔ مطالعہ کرو۔ تلاوت کرو، تسبیحات پڑھو دین کی بات کرو دنیا کی باتیں کرنی ہیں تو مسجد میں حرام ہیں باہر پھرنے کی اجازت نہیں ہے ضرورت سے باہر جانا ہے تو اپنا ناک کی سیدھ میں اپنی ضرورت کو جائیں وضو کرنے جانا ہے تو وضو خانوں میں جائیں کھانا کھانے جانا ہے تو لنگر کو جائیں کھانا کھائیں واپس آئیں اللہ اللہ خیر سلا کوئی گھومے پھرے گا نہیں۔ کوئی تانک جھانک نہیں ہوگی، خواتین کا عالم یہ ہے کہ کسی وقت بھی پتہ کرو تو غسلخانے پہ جمگھٹہ ہے کوئی باہر موسم انجائے کر رہی ہیں کوئی پہاڑیاں دیکھ رہی ہیں کوئی گراؤنڈ میں پھر رہی ہیں یہ کونسا طریقہ ہے اللہ اللہ سیکھنے کا تو میرے بھائی ہمیں کثرت نہیں چاہیے بہت زیادہ لوگ نہیں چاہئیں۔ ہمیں خالص اور کھرے لوگ چاہیں ہمیں سیر سپاٹہ میلا ٹھیلا نہیں چاہیے خالص، کھرے اور اللہ کی طلب ہے تو ضرور آئیں اور اگر اللہ کی طلب نہیں ہے تو اجتماع کے علاوہ پورا مہینہ کھلا پڑا ہے اپنا آئیں تعویذ لیں علاج لیں دوائی لیں جو کرنا ہے کریں جائیں عزت سے بیٹھیں چائے ملتی ہے کھانا ملتا ہے آنے جانے کی کوئی پابندی نہیں ہے اللہ کریم سمجھنے کی اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

لیکن میری یہ بات یاد رکھ لیں اور تعویذ بانٹنے والے بھی سن لیں آج کے بعد اجتماع پر کسی کو کوئی تعویذ نہیں ملے گا۔ نہ خواتین کو نہ حضرات کو اور نہ تعویذ لینے والے تکلیف کریں۔ اجتماع کے علاوہ آ کر لے جائیں۔

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

قارئین المرشد متوجہ ہوں!

جو احباب ماہنامہ المرشد کے سالانہ خریدار بننا چاہیں وہ بذریعہ منی آرڈر درج ذیل ایڈریس پر مبلغ =/250 روپے روانہ کریں۔

دفتر ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ڈاکخانہ جوہر ٹاؤن لاہور، فون 042-5182727

موبائل 0333-4366973 **نوٹ۔** درج بالا ایڈریس کے علاوہ کسی اور جگہ روپے بھجوانے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن

راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق شدہ

مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

صقارہ سائنس کالج

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

- پری کیڈٹ (ساتویں)
- آٹھویں تا دسویں
- پری انجینئرنگ
- ایف ایس سی
- پری میڈیکل

محکمہ تعلیم کے امتحانات لیٹ ہونے کے باعث درخواستیں جمع کرانے کی آخری تاریخ 22 اپریل 2007ء تک بڑھا دی گئی ہے۔

داخلہ ٹیسٹ 29 اپریل 11:00 بجے تا 1:00 بجے۔

(نوٹ) فرسٹ ایئر کی کلاسز پریکٹیکل ختم ہونے کے دس دن بعد شروع ہو جائیں گی۔

پراسپیکٹس کالج آفس سے دستیاب ہے بذریعہ ڈاک 200 روپے کا پوسٹل آرڈر یا بینک ڈرافٹ بنام پرنسپل صقارہ سائنس کالج بھیج کر منگوایا جا سکتا ہے

مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں۔

صقارہ سائنس کالج دارالعرفان منارہ ڈاکخانہ نورپور ضلع چکوال فون نمبر 0543-562222
562200

اسلام اور پاکستان کو کوئی خطرہ نہیں ہے

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال
ماہانہ اجتماع 4 فروری 2007ء

الحمدللّٰہ رب العٰلمین ٥

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّاٰلہٖ

واصحابہٖ اجمعین ٥

اللہ کریم سب احباب کو استقامت دے بیان کچھ تھوڑا سا میں کروں گا زیادہ مجھ سے ہوگا نہیں۔ آج ایسی کوئی خاص بیماری بھی نہیں ہے الحمدللہ۔ انسانی زندگی میں یہ نشیب و فراز لگے رہتے ہیں۔ خیر ہوگی انشاء اللہ۔ بہت سا کام باقی ہے ابھی تو ایسی فکر کی بات نہیں ہے اپنا کر کے جائیں گے انشاء اللہ۔ تو احباب سے میری گزارش صرف اتنی ہے کہ دین کو اولیت دیں دین سیکھنا بھی ضروری ہے اُسے آگے پہنچانے کیلئے ضروری ہے کہ خود سیکھا جائے۔ الحمدللہ اللہ نے بہت آسانیاں کر دیں ہیں اگر کوئی ''اسرار التنزیل'' ہی کا مطالعہ رکھے تو بیشمار مسائل آ جاتے ہیں سمجھ میں ''اکرم التفاسیر'' میں اُس سے زیادہ تفصیلی بحث آ گئی ہے ''المرشد'' کے مضامین اُس پہ ہمیشہ بات کرتے رہتے ہیں تو مطالعہ کی عادت ڈالیے اور کسی بھی مضمون کو دو دو تین تین چار چار بار پڑھیے تا کہ وہ ذہن نشین ہو جائے سب سے پہلے جس بات کو آپ درست سمجھتے ہیں اُس پر خود کو کاربند کریں یہ ضروری ہے جس بات پر آپ خود عمل نہیں کرتے تو دوسرے سے کہیں گے تو اُس میں وہ قوت نہیں ہوگی کہ وہ اُسے اُس پر عمل پر آمادہ کر سکے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اپنی ذات پر اپنے آپ پر دین کو لاگو کیا جائے اور یہ بہت بڑی فتح ہے دوسرا ضروری ہے کہ دینی کام کو اولیت دی جائے اور باقی سارے کاموں کو دوسرے درجے میں رکھا جائے ہمیں شکوہ ہے کہ ظلم بڑھ رہا ہے دہشت گردی بڑھ رہی ہے بے حیائی بڑھ رہی ہے۔ لیکن یہ باتیں شکوہ کرنے کی تو نہیں ہیں اگر بیماری بڑھ رہی ہے اور آپ ایک پورے شہر میں بندے بندے کو خبر دیتے پھر رہے ہیں کہ فلاں شخص کی بیماری بڑھ رہی ہے تو کیا اُس سے وہ صحتیاب ہو جائے گا جو مرض بڑھ رہا ہے اُسے روکنا جو ہے اور روکنے کی تدبیر کرنا شور کرنے سے زیادہ ضروری ہے اور یہ رُکے گی کس طرح؟ اگر بے حیائی بڑھ رہی ہے تو آپ حیاء مندی کو بھی فروغ دیں ایسے لوگ بھی معاشرے میں ہوں جن کی آنکھوں میں حیاء ہو جن کے کردار سے حیا کی جھلک آئے جن پر اعتبار کیا جا سکے۔ اگر جھوٹ بڑھ رہا ہے تو کچھ سچ بولنے والے مقابلے میں لاؤ اگر دہشت گردی بڑھ رہی ہے تو کچھ عدل پسند انصاف پسندی اور مظلوموں کے ساتھ تعاون کرو جو متاثرین ہیں اُنکی مدد کرو حتی الامکان تو ظلم روکنے سے رُکے گا شور کرنے سے نہیں ہم جو شور کرتے ہیں تو ہم بھی بے حیائی کے سفیر بن جاتے ہیں اور اُسے آگے پہنچانے کا سبب بن جاتے ہیں تو جن لوگوں تک وہ کسی نے ایک بے حیائی کا جملہ کہا جہاں تک نہیں پہنچا وہاں تک ہم تو نہ پہنچائیں اُسے نقل کرنا بھی اُسکی مدد بن جاتا ہے۔ یہ ایک عمومی پراپیگنڈہ بن گیا ہے ہر بندہ شکایت ہی کرتا ہے۔ شکایت کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا اُس کا سدباب کیا جانا چاہئے۔ امور اللہ کریم کے دست قدرت میں ہیں نہ اسلام کو کوئی خطرہ ہے اور نہ انشاء اللہ اس ملک کو کوئی خطرہ ہے یہ ملک بھی رہے گا انشاء اللہ اور اسلام تو رہے گا ہی وہ تو اللہ کا وعدہ ہے کہ جب تک سورج طلوع و غروب ہو رہا ہے یہ دین رہے گا۔ حضورﷺ کی نبوت

رہے گی اللہ کی کتاب باقی رہے گی۔ ظاہر ہے کچھ لوگ رہیں گے تو یہ سب کچھ باقی رہے گا۔ اللہ کے بندے بھی رہیں گے جہاں تک اس ملک کا تعلق ہے تو میرا یہ ایمان ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا جو ارشاد ہے غزوۃ الہند کے بارے تو غزوہ الہند کی بنیاد یہی ملک بنے گا انشاء اللہ پورا برصغیر میدان کارزار بنے گا۔ اور یہ پورا برصغیر انشاء اللہ پاکستان بنے گا۔ اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں یہ سب کچھ ہوگا اور یہ جو کچھ آپ کو نظر آرہا ہے یہ وہی میدان سج رہا ہے اب تو چیزیں صاف نظر آنے لگ گئیں شروع میں جب میں نے بات کی تھی یا بات کیا کرتے تھے تو لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ اب تو چیزیں بکھر رہی ہیں' سامنے آرہی ہیں دنیا دو طاقتوں میں تقسیم ہوتی جارہی ہے۔ اسلام اور کفر الگ الگ ہوتے جارہے ہیں بالآخر اسلام بھی یکجا ہوگا کفر پہلے سے یکجا ہے اور یہ معرکہ خیر وشر یہیں بپا ہوگا اور اسے نبی کریم ﷺ نے غزوۃ الہند کا نام دیا ہے۔ غزوات اُن جنگوں کو کہا گیا ہے یا اُن جہادوں کو کہا گیا ہے جن میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ذاتی طور پر شرکت فرمائی ۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کے دس سالوں میں چوراسی کے قریب غزوات وسرایہ آپ ﷺ کو پیش آئے چوراسی جنگیں ملکی سطح کی لڑنا پڑیں اُن میں جن جہادوں میں خود بنفس نفیس شریک ہوئے' آپ ﷺ انہیں غزوات کہا جاتا ہے۔ غزوات غزوہ کی جمع ہے اور جن میں حضور ﷺ نے کسی دوسرے کو اپنا نائب بنا کر بھیجا انہیں سریہ اور اُسکی جمع سرایہ ہے انہیں سرایہ کہا جاتا ہے۔ اس ہند کے مقابلے کو جو برصغیر میں ہوگا اُسے حضور ﷺ نے غزوۃ الہند فرمایا ہے اور نبی ﷺ کی زبان روایتی یا رواجی کلمات ارشاد نہیں فرماتی۔ ماینطق عن الھویٰ ان ھوا لا وحی یوحی ۔ حضور ﷺ کا ارشاد وحی الٰہی ہوتا ہے تو غزوہ سے مراد یہ ہے کہ اس جہاد میں نبی ﷺ کی توجہ مجاہدین کو اس طرف نصیب ہوگی جس طرح حضورؐ بنفس نفیس جہاد میں شریک ہوتے تھے تو توجہ نصیب ہوتی تھی اس لئے اسے آپ نے غزوہ کہا ہے یہ بات ہوئی تھی ایک دفعہ لاہور سوال ہوا تھا اور علماء نے مختلف توجیہات کی تھیں بلکہ ایک بہت بڑے سکالر نے تو کہا کہ وہ لڑائی کو غزوہ کہہ دیتے تھے محاورۃً تو حضور ﷺ نے بھی کہہ دیا میں نے کہا جی حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا لفظ محاوروں کا مقید نہیں ہوتا اور انبیاء رواجی اور رسمی باتیں نہیں کرتے اگر ایک کلمہ بھی نبی کا یہ کہہ دیا جائے کہ یہ آپؐ نے رواجی طور پر کہہ دیا تو باقی سارے ارشادات کی کوئی سند باقی نہیں رہتی کہ ان میں سے کس کو حضور ﷺ نے واقعی کہا اور کونسا محض رواجی کہہ دیا اس کی کیا سند ہے جس طرح اگلے دن ایک سکالر ٹیلیویژن پہ جواب دے رہے تھے جی یہ آیت اُس زمانے کیلئے تھی وہ دور گزر گیا تو اس کا جو ہے وہ اطلاق اُس زمانے کیلئے تھا اگر ایک آیت کو آپ مانتے ہیں کہ یہ اُس زمانے کے مشرکین اور یہود کے بارے تھی تو باقی آیتوں کے ساتھ کیا سرٹیفکیٹ ہے کہ وہ آج کیلئے ہیں یہ تو کوئی کسی بھی آیت ایک آیت اگر ایسی ہو سکتی ہے تو پھر کوئی آیت بھی ایسی ہو سکتی ہے کہ یہ تو اُس زمانے کیلئے تھی آج کی نہیں ہے۔ سارے کا سارا قرآن ساری کی ساری سنت سارے کے سارے زمانوں کیلئے ہے۔ اب کسی کو حالات پہ منطبق کرنے کا شعور نہ آئے تو وہ یہ کہے اپنی کم علمی کو چھپانے کیلئے اپنی کم عقلی کو چھپانے کیلئے کہہ دے کہ یہ تو اُس زمانے کیلئے تھی بات گزر گئی تو یہ غلط بات ہے۔ سارے کا سارا قرآن ساری کی ساری سنت سارے کے سارے زمانوں کیلئے ہے ہر عہد میں زندہ وتابندہ ہے اور وہی مسائل کا حل ہے لیکن یہ ہم کہتے نہیں ہیں ہمیں اپنے کردار سے ثابت کرنا ہے نبی کریم ﷺ نے مواخات بنائی تو سارے صحابہؓ بھائی بھائی ہو گئے ہم اللہ کے نام پہ جمع ہوتے ہیں تو معاشرے کو نظر آئے کہ یہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹتے ہیں۔ ایک دوسرے کی جائز کاموں میں سپورٹ کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو غلطی کرنے سے روکتے ہیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم تو عرض کی گئی یا رسول اللہ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے

لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں؟ فرمایا اُسے ظلم سے روک کروہ غلطی کررہا ہے تو اُسے غلطی سے روکو یہ اُسکی مدد ہے تو ہم جب بات کرتے ہیں کہ سنت خیرالانام ﷺ سارے زمانوں کیلئے ہے ہمیں اپنے کردار سے ثابت کرنا پڑے گا کہ واقعی آج بھی وہ اُسی طرح موثر ہے جس طرح حضورﷺ کے زمانے میں آج بھی مواخات ہے آج بھی ایسے لوگ ہیں کہ ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھتے ہیں ہر ایک کا اپنا عہدہ ہوگا۔ ہر ایک کی اپنی ذمہ داری ہوگی لیکن بارگاہ رسالت میں بارگاہ الوہیت میں محمود وایاز سب ایک ہیں سب کا معبود ایک ہے سب ایک بارگاہ میں سجدہ کرتے ہیں سب کا نبی ایک ہے اور ایک دامانِ رحمت سے سب وابستہ ہیں تو یہ چیزیں ہمیں اپنے عمل سے ثابت کرنا ہونگی اسی طرح حرام کھانے سے بھوک سہہ لینا آسان ہے' جھوٹ بولنے سے خاموش رہنا بہتر ہے اگر آپ کوئی ایسا موقعہ ہے کہ اُس پہ سچ نہیں بول سکتے تو کم از کم جھوٹ تو نہ بولیں ہزاروں ایسے مواقع آجاتے ہیں کہ آدمی کے بس سے باہر ہوتی ہے بات وہ نہیں کرسکتا تو غلط تو نہ کرے کمزوری ہے کہ سچ جانتا ہے اور نہیں کرسکتا لیکن کمزوری ہے اور اگر جھوٹ بولے گا تو برائی ہے تو کمزوری برائی سے تو بہر حال ہلکا جرم ہے تو یہ ساری چیزیں اپنے عمل سے ہمیں ثابت کرنا ہونگی اور اللہ کریم انشاء اللہ ہم نہیں کریں گے کسی اور کو توفیق دیدے گا ایک جماعت یہاں ایسی بن رہی ہے' بنے گی' ہوگی جو اس غزوۃ الہند کی بنیاد بنے گی انقلاب آئے گا جہاد ہوگا خوش نصیب شہید ہونگے۔ خوش نصیب غازی کہلائیں گے اور حضور کی نوید ہے کہ جو جنگ میں شہید ہوگا وہ بھی بلا حساب جنتی ہوگا اور جو اُس جنگ میں باقی رہے گا وہ بھی بلا حساب جنتی ہوگا۔ غزوۃ الہند کے ساتھ یہ خبر بھی ہے کہ اس جہاد میں جو شریک ہونگے اُن میں جو باقی بچیں گے وہ بھی بلا حساب جنتی ہوگا جو اس میں شہید ہوگئے وہ بھی بلا حساب جنتی ہوگا۔ دنیا سے لوگ اُٹھ گئے ہمارے کرنل محبوب صاحب اللہ پاک اُن پہ کروڑوں رحمتیں کرے مرتے دم تک غزوۃ الہند کی تیاری میں رہے موت آ گئی چلے گئے لیکن انشاء اللہ اُس کے اجر سے محروم نہیں رہیں گے کسی ایک آدمی نے جب ایک ارادہ کرلیا تو اُس نے تو اپنا آپ لگا دیا اب اُس کیلئے ساری عمر محنت بھی کرتا رہا کوشش بھی کرتا رہا زندگی میں تو اللہ کا حکم ہے کہ جو اللہ کیلئے ہجرت پہ نکلتا ہے خواہ پہلے قدم پر موت آجائے وہ مہاجر ہے اُسے ہجرت کا اجر ملے گا تو جو اس خلوص نیت سے کام کررہے ہیں اگر زندگی نے وفا نہ کی تو بھی وہ اُس اجر سے محروم نہیں ہونگے۔ اللہ کی طرف سے وہ قدر ومنزلت ملے گی اور یہ کہ ایک بندہ ہزاروں پہ بھاری ہوگا انشاء اللہ سو ایسا نہ ہو کہ ہمارے کردار میں کوئی ایسی کمزوریاں آجائیں کہ اللہ کہے تمہیں اس قابل میں نہیں سمجھتا کسی اور سے کام لے لوں۔ چونکہ اسکی بارگاہ میں کمی نہیں ہے وہ چاہے تو آگ کو گلزار بنا دیتا ہے وہ چاہے تو وجعلنا من الماء کل شی حی پانی زندگی کا سبب ہے نوح علیہ السلام کی قوم کیلئے موت کا سبب بن گیا' ہوا زندگی کا سبب ہے عاد وثمود کیلئے موت کا سبب بن گئی وہ چاہے تو حیات کے اسباب کو موت کے سبب بنا دیتا ہے اور چاہے تو موت کو زندگی کا سبب بنا دیتا ہے تو اللہ قادر ہے یہ کام ضرور ہوگا۔ ہماری محنت اور کوشش یہ ہے کہ اس کام کے کرنے والوں میں ہم بھی ہوں۔ اللہ کے بہت سے بندے ہوں لیکن اللہ ہمیں بھی اس سے محروم نہ رکھے۔ اس سے سرفراز رکھے۔ کسی شخص یا کسی فرد کی ذات سے ہمیں نہ کوئی دوستی ہے نہ دشمنی۔ کسی سیاسی جماعت سے یا کسی سیاسی فرد سے یا کسی حکمران سے یا کسی ماتحت سے کسی فرد سے ہمیں نہ ذاتی طور پر کوئی محبت ہے نہ کسی سے کوئی دشمنی دنیا کا ایک نظام ہے چل رہا ہے جس کا جہان ہے وہ دیکھ رہا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کب کیا کرنا ہے کس کو اُس نے کتنی مہلت دی ہے یہ بھی اُسکے علم میں ہے ہمارے ذمے یہ ہے کہ جتنی برائیاں معاشرے میں پیدا ہورہی ہیں اُن کا مقابلہ کریں اُن کے مقابلے میں نیکی کی اشاعت کریں اگر ظلم ہورہا ہے تو ہم عدل سے روکیں۔ دہشت گردی ہورہی ہے تو ہم امن کا فارمولا پیش کریں اگر ایک دوسرے سے لوگ دست وگریباں ہیں تو ہم اُن میں

مواخات اور بھائی چارہ اور احترام انسانیت پیدا کریں یہ جو امور نبی کریم ﷺ نے سکھائے ہیں اگر کفر بڑے زور سے بھی شور کرتا رہے بات صرف خلوص کی ہے بعثت عالی کے وقت کیا کفر کی طاقت کم تھی روئے زمین پر کفر چھایا ہوا تھا اور کتنے لوگ تھے نبی علیہ السلام نے جب اعلان نبوت فرمایا تو آپؐ اکیلے تھے۔ مردوں میں پہلے سیدنا ابو بکر صدیقؓ تھے۔خواتین میں پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تھیں۔ بچوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے یہی سارا اسلام تھا ناں تو تیئیس برس سے کم عرصے میں دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کو ہلا کر رکھ دیا اس چھوٹے سے اسلام نے اور وصال نبویؐ کے بعد خود تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا اور تیس برسوں میں خلفائے راشدین نے سائبیریا سے افریقہ تک اور چین سے ہسپانیہ تک اسلامی ریاست بنا دی باقی لوگوں کی نسبت ان لوگوں کو جدید اسلحہ مل گیا تھا یا کوئی زیادہ دولت مل گئی تھی؟ نہیں، ایمان کی پختگی تھی جو حضورؐ نے فرما دیا اُس پر یقین تھا اُس یقین محکم سے جو کام انہوں نے کیا وہ نتائج دیتا چلا گیا ہماری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ ہمارے یقین میں لچک ہوتی ہے یقین لچکدار نہیں ہوا کرتا اُسے یقین نہیں کہتے جس میں لچک ہو یقین ایک ٹھوس حقیقت ہوتی ہے سالڈ اُس میں کوئی انگلی چبھونے کی گنجائش نہیں ہوتی، ہم اتنے سادہ لوگ ہیں کہ مجھے ڈاک آتی ہے حیرت ہوتی ہے ''کسی نے یہ کہا ہے'' اب یہ کوئی بات ہے نہ کہنے والے کا نام پتہ ہے نہ کہنے والے کی حیثیت کا پتہ ہے۔ نہ اُسکی علمی حیثیت کا پتہ ہے تو ایک لایعنی بندے نے بکواس کر دیا آپ اُسے لئے پھرتے ہیں کہ کسی نے یوں کہا ہے۔ کیا فائدہ! جس بات کی کوئی سند ہی نہیں اُسے اٹھا کر چلنے کی کیا ضرورت ہے وہیں گولی مارو۔ اُسے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم اس لئے پوچھتے ہیں کہ کسی کا کہنا ہمارے دل میں شبہ پیدا کر دیتا ہے ہمارے دل میں جب اللہ کا کہا موجود ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا بتایا ہوا موجود ہے تو پھر کسی کی کیا حیثیت ہے تو یہ ساری اللہ اللہ کی برکت یہ ہے کہ یہ یقین مضبوط ہو جائے۔ اللہ دل میں جم جائے۔ بس جائے اور ایک مضبوط قلعہ بن جائے تو کوئی اُس پر مٹی کے ڈھیلے پھینکتا رہے تو اُس طرف غور کرنے کی کوئی ضرورت ہے۔ اگر قلعہ ہی ہوائی ہے تو پھر جو کنکر کوئی پھینکے گا وہ اندر آئے گا آپ خود کو مضبوط کریں کسی کی کوئی حیثیت نہیں اللہ کا کہا کوئی بتائے یا نبی کا کہا ہوا بتائے۔ کوئی متقدمین کی بات بتائے۔ کوئی آئمہ دین کا کہا ہوا بتائے کہ کسی محدث فقیہ کی بات پھر تو بات ہے ویسے ہی کسی نے کہہ دیا تو عورتوں کی طرح اُس کے پیچھے چل پڑا کوئی تو وہ یقین محکم پیدا کریں سالڈ ٹھوس ایمان میرے خیال میں تو اس عہد میں اسکی مثال اگر دی ہے تو اکیلے صدام حسین نے دی ہے ایک بندے میں کتنا یقین ہے کہ اگر موت آ گئی ہے تو یہ اللہ کی طرف سے ہے اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ تم مجھے نہیں مار سکتے اور عملاً ثابت کر دیا ایسا ایمان چاہیے اُس غریب نے نہ تو وہ کوئی صوفی تھا نہ اُس نے مراقبے کئے نہ اُسے کسی نے اللہ اللہ بتائی لیکن اللہ نے اُسے وہ یقین محکم عطا کر دیا کہ کوئی چیز اُسے توڑ نہ سکی۔ اُسے بھی کہا گیا ہے کہ ملک سے باہر چلے جاؤ یا امریکہ سے سمجھوتہ کر لو یہ ہوگا وہ ہوگا اُس نے کہا نہیں اسلام اور کفر میں سمجھوتے نہیں ہوتے۔ ملک میں مجھے اللہ نے پیدا کیا ہے اور ملک میں رہا ہوں۔ ملک بنایا ہے اسی ملک میں مروں گا یہیں دفن ہو جاؤں گا ایک یقین ہے ناں ایک بندے کا کہ پوری اس عہد کی تاریخ کو اُس نے شکست دیدی ان لوگوں کے سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے تو میرے خیال میں تو ہر مسلمان کو ایسا ہی ہونا چاہیے تو بڑی زندہ مثال ہے اُس نے اپنے نام کی لاج رکھ لی اور یہی استقامت ہمیں حضرت حسینؓ میں نظر آتی ہے معمولی اختلافات تھے فروعات کے اختلافات تھے کوئی کفر اور اسلام کی جنگ نہیں تھی لیکن وہ اس بات پہ قائم رہے کہ میں بغیر انکا تجزیہ کیے بغیر ان کو نکالے بیعت نہیں کروں گا اُسکی کتنی قیمت دینا پڑی لیکن انہوں نے قیمت چکائی حالانکہ کوئی کسی نے نئے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا کسی نے کوئی قرآن میں کمی بیشی نہیں کی کسی نے نمازوں میں کمی بیشی نہیں کی تھی

فروعات میں تھی نا بعض لوگوں نے بعض ممنوع چیزوں کو جائز قرار دے دیا تو اسی پہ اصرار تھا۔ ہمارے لئے اتنی بڑی بات نہیں ہے لیکن جاننے والوں کیلئے بہت بڑی بات تھی تو اگر ایک ایک ادا پہ حضورؐ کی ایک ایک ادا پہ سارا سارا خانوادہ نبوت قربان ہوسکتا ہے تو ماؤشما کی حیثیت کیا ہے؟ ہمارے پاس ہے کیا ہمارے پاس رکھا کیا ہے بیویاں ہیں دین سے نا آشنا ہیں، اولاد ہے وہ خود ہم سے نا آشنا ہیں ہم اور کہتے ہیں وہ اور کہتے ہیں ہمارے پاس ہے کیا ہم تو بے مایہ سے لوگ ہیں۔ہم اگر اپنا تجزیہ کریں تو اس عہد کے جو افراد ہیں بہت بے مایہ افراد ہیں بہت کم ایسے لوگ ہونگے جنہیں یہ یقین ہو کہ میں چھلانگ لگاؤں گا تو بیوی بھی ساتھ چھلانگ لگائے گی بلکہ وہ کھڑے ہو کر کوسنے دیگی کہ الو کا پٹھہ مجھے چھوڑ گیا خود چلا گیا بہت کم ایسے لوگ ہونگے جنہیں یہ یقین ہوگا کہ اگر میں چھلانگ لگاؤں گا تو بیٹے ساتھ ہونگے اور اس عہد کے فرد کے ساتھ نہ اولاد ہے نہ اُس کے ازواج ہیں یعنی ہم لوگوں کا ہے کیا؟ ہم تہی دامن لوگ ہیں ہم نے کیا قربان کرنا ہے یعنی اپنا نفس ہے اور اُسی کو پالتے رہیں اور نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے تو پورے یقین کے ساتھ اپنے اللہ سے وفا کیجئے۔ اپنے نبیؐ سے وفا کیجئے آپ ان کے ہو جائیں گے سب کچھ آپ کا ہو جائے گا بڑا آسان سا قاعدہ ہے سب سنور جاتا ہے تو اللہ کریم توفیق دے میں زیادہ بات نہیں کرسکتا۔آتی جاتی رہتی ہیں چیزیں بیماری بھی ضروری ہوتی ہے اللہ کی طرف سے جو ہوتی ہے وہ بہتر سمجھتا ہے۔ضرورت ہوتی ہے تو بھیجتا ہے بلاضرورت تو کوئی چیز نہیں آتی۔ ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہم فانی ہیں ہمیں احساس رہنا چاہیے کہ ہمارے بغیر بھی دنیا چل سکتی ہے۔کسی وقت بھی ہم نہیں رہ سکتے۔جتنی وجود میں طاقت ہے کسی وقت بھی بے اثر ہوسکتی ہے۔آنکھیں کسی وقت بھی بینائی چھوڑ سکتی ہیں سارے اعضاء و جوارح کسی وقت بھی ساتھ چھوڑ سکتے ہیں تو یہ بیماریاں یہ اچھی ہیں یاد دلاتی رہتی ہیں آدمی کو اپنی حیثیت کا احساس رہتا ہے لیکن انشاء اللہ خیر ہوگی ابھی بہت کام باقی ہے انشاء اللہ مل کر کریں گے بتوفیق الٰہی میں تو دعا کیا کرتا ہوں اللہ ہمیں یہ انقلاب دیکھنا نصیب کرے مرنا تو ہے۔لیکن اُس میں ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ موت تو لازمی ہے اور یہ دنیا تو فانی ہے لیکن ہم نے ابھی تک کچھ نہیں کیا۔کسی ایک سٹیج پر بات پہنچ جائے تو بات ہے تو اللہ کریم توفیق دے۔ بہر حال بندے کو ارادہ تو پورا رکھنا چاہیئے آگے اُسکی مرضی کہ وہ کتنا کام لیتا ہے کتنا کسی اور کے حصے میں ڈال دے یہ تو اُسکی اپنی مرضی ہے تو الحمد للہ ایک چھوٹا سا پودا حضرت رحمتہ علیہ نے لگایا تھا جو اب روئے زمین پر پھیل رہا ہے تو اب تو جب ذکر ہوتا ہے تو کمپیوٹر میں نام نہیں سماتے اتنے لوگ روئے زمین پر دنیا کے ہر ملک میں بیٹھے اللہ اللہ کر رہے ہیں یہ بھی تو اُسی کی عطا ہے ہم نے کتنی محنت کر لی ہوگی وہ خود کر رہا ہے جو قلوب اُسکی طرف متوجہ ہوتے ہیں انہیں آشنا کرتا جا رہا ہے بہر حال بندے کے اپنے ذمے ہے کہ وہ اپنی کوشش کرے دین کو اولیت دیں اور اخوت کو نہ بھولیں۔ دنیا عالم اسباب ہے کبھی ترک سبب نہ کریں جائز اور حلال وسائل بھرپور طریقے سے اختیار کریں محتاج بن کر مسلمان نہ رہیں۔ دوسروں کی مدد کرنے والا ثابت کریں خود کو اسلام میں چندے جمع کر کے زندہ رہنا۔ مانگ کر زندہ رہنا یہ اسلام نہیں ہے یہ اسلام کے خلاف ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔اوپر والا دینے والا ہوتا ہے۔ نیچے لینے والا ہوتا ہے حضورؐ کا ارشاد ہے اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اس قابل بنیں کہ دوسروں کی مدد کرسکیں۔اپنی ذات کیلئے اللہ سے مدد مانگیں اللہ ہے ناں ہمارے ساتھ تو پھر کسی کی کیا فکر ہے کسی کا کیا تعلق ہے تو اللہ کریم توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العلمین

..........☆☆☆..........

اکرم التفاسیر سے اقتباس......

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 22-09-2006

الحمدللّٰہ رب العلمین o

والصلوۃ والسلام علی حبیبہ محمد والہ

واصحابہ اجمعین o

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم o

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم o

ان اللّٰہ لایخفی علیہ شیء ٌ فی الارض ولا فی السماء

...... ان اللّٰہ لا یخلف المیعاد o (آل عمران آیت نمبر ۵تا۹)

اللھم سبحنک لا علملنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

مولای صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبک من زانت بہ العصروا

عظمت الٰہی اور اُس کے قائم بذات اور حی القیوم ہونے کی بات چل رہی تھی اور ارشاد باری کہ قرآن حکیم سے پہلے ہم نے انجیل نازل فرمائی تورات نازل فرمائی' آسمانی کتابیں نازل فرمائیں ۔ مختلف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پہ مختلف صحیفے نازل ہوئے یہ سب کیا تھیں ۔ ساری کتابیں ہدایت انسانی کے لئے تھیں اور رہنمائی کے لئے تھیں اور حق کی رہنمائی کرتی تھیں ۔ اس طرح نزول قرآن کوئی عالم انسانیت یا تاریخ انسانیت میں کوئی عجیب یا نئی بات نہیں ہے ۔ جس طرح پہلے انبیاء ورسل پر کتابیں نازل ہوئیں پہلی اُمتوں کے پاس کتابیں آئیں ۔ اُسی طرح اللہ کریم نے آقا نامدار ﷺ پر قرآن حکیم بھی نازل فرمایا اور جو لوگ اللہ کے احکام کا انکار کرتے ہیں اللہ کی کتاب کا انکار کرتے ہیں فرمایا۔

لھم عذاب ٌ شدید ٌ ۔ بہت بڑا جرم ہے اور اُس کی سزا بھی بہت زیادہ ہے اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اللہ کریم بڑا غیور ہے جب کوئی بندہ ہو کر محتاج ہو کر مخلوق ہو کر اُس کے عالم میں رہ کر اُس کا رزق کھا کر اُس کی نعمتیں استعمال کر کے اس کی نافرمانی کرتا ہے اُس کے ارشادات کا انکار کرتا ہے تو اللہ کریم بہت زبردست انتقام لیتا ہے پھر اسے اللہ کی سزا سے کوئی بچا نہیں سکتا اور یقین یہ ہے۔

ان اللّٰہ لا یخفی علیہ شیء ٌ فی الارض ولا فی السماء ۔ کوئی جرم کر کے اپنا جرم اُس سے چھپا نہیں سکتا ۔ اُس کی ذات ایسی ہے کہ کوئی چیز آسمانوں میں یا زمینوں میں' کائنات کے کسی گوشے میں دنیا کے کسی حصے میں شب و روز کے کسی وقت میں ہزاروں لاکھوں پردوں کے اندر ہو زیر زمین چلی جائے بالائے آسمان ہو دنیا کے کسی گوشے کسی کونے میں ہزاروں پردوں میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے سب کچھ اس کے سامنے ہے ۔ کوئی یہ سمجھے کہ اُس کی نافرمانی کر کے اُس کے عذاب سے بچ جائے گا یا اپنے جرم کو چھپا لے گا تو یہ اُس کی کوتاہ فہمی ہے ۔ اُس نے عظمت الٰہی کو سمجھا ہی نہیں ۔ وہ ایسا مالک ہے کہ ہر چیز اُس کے سامنے ہے اور پھر انسان کو سمجھانے کے لئے ارشاد فرمایا۔

ھوا الذی یصو ّرکم فی الارحام کیف یشآء ۔ وہی خالق اور وہی مالک ہے وہی قادر مطلق ہے جو تمہیں ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے

جیسا وہ چاہتا ہے۔ ھوا لذی یصور کُم فی الارحام جو قادر ہے جو تمہیں رحم مادر میں تمہاری شکل صورت بناتا ہے تمہارا قد کاٹھ بناتا ہے تمہاری عقل کو تمہاری دانش کو تمہاری استعداد کو ہر چیز کو پیدا فرماتا ہے اور ایسا ایسا عجیب نظام ہے اُس کا اور اتنے وسیع علوم ہیں اُس کے جن کی کوئی حد نہیں ہے۔ کب سے آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر آج تک دنیا پیدا ہو رہی ہے اور انسان کے دو ہاتھ ہیں دو پاؤں ہیں دو کان ہیں دو آنکھیں ہیں ناک ہے ایک سا حلیہ ہے لیکن کوئی ایک بندہ کسی دوسرے سے نہیں ملتا۔ وہ ایسا قادر ہے ہر پیدا ہونے والے کو باوجود انسان ہونے کے جداگانہ شکل دے دیتا ہے اسی طرح ہر دو آدمیوں کی عقل استعداد ایک جیسی نہیں ہوتی۔ ہر دو آدمیوں کی علمی استعداد ایک جیسی نہیں ہوتی۔ ہر دو آدمیوں کی زندگی گزارنے کا طریقہ سلیقہ اور استعداد ایک جیسی نہیں ہوتی۔ ایک ہی ماں کے پیٹ سے دو بچے پیدا ہوتے ہیں باپ بھی ایک ہوتا ہے' ماں بھی ایک ہوتی ہے ایک بہت امیر کبیر ہو جاتا ہے ایک فقیر رہ جاتا ہے ایک بہت پڑھ لکھ جاتا ہے ایک انپڑھ رہ جاتا ہے ایک میں بہت استعداد ہوتی ہے علوم کو جاننے کی دوسرے میں نہیں ہوتی ہے وہ قادر ہے فرمایا اُس سے کونسی چیز چھپاؤ گے جبکہ تمہیں علم نہیں ہوتا۔ تمہارے باپ کو علم نہیں ہوتا جو تمہاری تخلیق کا سبب ہے۔ تمہاری والدہ کو علم نہیں ہوتا کہ اُس کے پیٹ میں کیا بن رہا ہے۔ بیٹا ہے بیٹی ہے خوش شکل ہے بدشکل ہے' خوش نصیب ہے بدنصیب ہے لمبی عمر والا ہے کم عمر والا ہے کیسا ہے کیا اُس کا نصیب ہوگا زندگی کیسے گزارے گا اُس کے ساتھ کیا پیش آئے گا۔ کوئی نہیں جانتا۔ لیکن وہ ان تمام باتوں سے واقف ہے تمام باتوں کو جانتا ہے اور اپنے دست قدرت سے اُسے شکل بھی دے رہا ہے اُسے تمام خصوصیات بھی عطا کر رہا ہے۔ تو انسان کو سمجھانے کے لئے فرمایا کہ ان باریکیوں سے وہ ذات واقف ہے جو شکم مادر میں تمہاری عقل شکل استعداد ترتیب دے رہی ہے۔ بھلا اُس کی دنیا میں آ کر تم کونسا کام اُس سے چھپا لو گے۔ کونسی بات ہے جو اُس سے چھپا لو گے۔ تمہاری ہر حرکت ہر سکون ہر سوچ کچھ بھی اُس کی ذات سے پوشیدہ نہیں ہے۔

لا الٰہ الا ھُو. اُس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ کوئی ایسا نہیں ہے جس کی غیر مشروط اطاعت کی جائے سوائے اُس کے۔ الٰہ وہ ہستی ہوتی ہے جس کی اطاعت غیر مشروط کی جائے مکمل اطاعت بغیر کسی عار کے بغیر کسی شرط کے بغیر کسی اعتراض کے۔

ھوا العزیز الحکیم ُ. اور وہ غالب ہے قادر ہے یہ اُس کی حکمت ہے کہ وہ اُس کی نافرمانی کرتے ہیں اور وہ مہلت دیتا رہتا ہے۔ یہ اُس کی حکمت ہے کہ اُس نے یوم حساب مقرر کر دیا یہ اُس کی حکمت ہے کہ اُسکی دی ہوئی طاقت سے لوگ اُس کی نافرمانی کرتے ہیں اور وہ برداشت کرتا رہتا ہے اس پر دلیر نہ ہو جانا چاہیے کہ میں نے اتنے جرم کئے میرا کچھ نہیں بگڑا جرم پر ضرور بگڑے گا سوائے اس کے کہ توبہ کر لی جائے اور اللہ توبہ قبول فرمالے ورنہ بھاگنے کا راستہ کوئی نہیں ہے۔ پھر فرمایا۔

ھوا الذی انزل علیک الکتٰب. اے میرے حبیب ﷺ وہی قادر مطلق وہی خالق کائنات وہی انسانوں کا بنانے والا پیدا کرنے والا' رزق دینے والا' زندگی دینے والا سارے اوصاف دینے والا' جو مالک ہے اُس نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی ہے اور جو کتاب نازل فرمائی ہے اُس میں آیات دو طرح کی ہیں۔

منہُ اٰیٰت ٌ محکمٰت ٌ. اُس میں کچھ تو آیتیں ایسی ہیں جو بالکل واضح ہیں جن کا مفہوم واضح ہے جن کا ترجمہ سمجھ میں آ جاتا ہے جن سے جو بات مراد ہے سیدھی سیدھی سمجھ میں آ جاتی ہے ھن اُم الکتٰب. کتاب کی اصل اساس وہی ہیں۔ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو کتاب ہدایت ہے جسے پڑھنا اور سمجھنا ضروری ہے اور سمجھ کر عمل کرنا ضروری ہے چونکہ آئی ہی اس لئے ہے کہ یہ زندگی کا ایک نصاب ہے

ایک لائحہ عمل ہے کہ زندگی کس طرح گزاری جائے لہذا چاہئے تو یہ کہ اُس کی ہر بات سمجھ میں آتی جائے لیکن اُس میں کچھ حقائق ایسے بھی ہیں جو انسانی عقل میں نہیں آتے لیکن اللہ نے قرآن میں اُن کا اندراج فرما دیا سوال تو پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ انسان عقل میں نہیں آتے تو قرآن میں نازل کرنے سے کیا مراد تھی۔ نازل ہی نہ ہوتیں ایسی آیات لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ مریض نسخے کے اجزا سے بھی واقف ہو تب دوا اُسے فائدہ دیتی ہے۔ اُن آیات پہ ایمان لانا اور اُن کی تلاوت جو ہے جو روشنی قلب کو ضرورت ہے وہ روشنی وہ مہیا فرماتی ہیں اگرچہ وہ آیات عقل انسانی میں نہ آئیں۔ جیسے ایک آیہ کریمہ۔

ثم استوىٰ الى الساستویٰما ء فسو ھُن سبع سمٰوٰت. ثم استوىٰ على العرش. استوىٰ على العرش اب انسانی عقل میں نہیں آتا۔ اللہ کیسے عرش پہ جلوہ افروز ہے۔ عرش پہ کیسے ہے ظاہر ترجمہ تو کرو تو ایسے پتہ چلتا ہے جیسے اللہ عرش پہ بیٹھا ہے تو اللہ تو ہر جگہ موجود ہے عرش پہ کہاں بیٹھا ہے اب استویٰ علی العرش کو انسانی عقل نہیں سمجھ سکتی۔ نہ ذات باری کو عقل سمجھ سکتی ہے نہ صفات باری کو عقل سمجھ سکتی ہے اس لئے کہ عقل مخلوق ہے اور دائرہ تخلیق کے اندر جو چیز بھی آئے گی وہ مخلوق ہوگی۔ چونکہ عقل خود مخلوق ہے تو اُس کی گرفت میں اُس کے دائرہ کار میں جتنی چیزیں آئیں گی وہ مخلوق ہوں گی۔ خالق اُس کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ بالاتر ہے اُس کی سمجھ سے اُس کی رسائی سے بالاتر ہے اب ''استویٰ علی العرش'' سے کیا مراد ہے اُس کی حقیقت اللہ ہی جانے لیکن ثم استویٰ علی العرش کا تلاوت کرنا اور اُس پر ایمان لانا ضروری ہے کہ اُس کے ساتھ جو تجلیات ذاتی کا نزول ہوتا ہے جو جلوے اُس کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جو جمال الٰہی اُس کے ساتھ نازل ہوتا ہے وہ قلب مومن کی ضرورت ہے تو فرمایا قرآن میں دو قسم کی آیات ہیں ایک تو وہ ہیں جن کے مفہوم واضح ہیں اور صاف سامنے آجاتی ہیں سمجھ آجاتی ہے۔

ھن اُم الکتٰب. کتاب کی بنیاد اور اساس تو وہی ہیں عمل اُن پہ کرنا ہے اب بندے نے استویٰ علی العرش میں نہ اُس نے عرش پر بھاگ کر چڑھنا ہے نہ اُس نے جا کر دیکھنا ہے نہ یہ اُس کی ضرورت ہے اُس کی ضرورت تو یہ ہے کہ جو قرآن اللہ نے نازل فرمایا اُس پر بلا اعتراض ایمان لائے اُس کی تلاوت کرے اور اُس سے جو استفادہ ہوتا ہے وہ حاصل کرے اُس سے فائدہ حاصل کرے نہ یہ کہ اُس پہ اعتراض کرنا شروع کردے تو فرمایا آیات دو طرح کی ہیں۔

مِنہ ُ ایٰت ُ محکمٰت ُ ھن ام ُ الکتٰب و اُخر ُ متشبھٰت ُ.

ایک آیات وہ ہیں اب جیسے آیت متشابہہ ہے کہ ید اللّٰہ فوق ایدیھُم. جن لوگوں نے آپ ﷺ کے ہاتھوں پر بیعت کی اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔ اب نبی کریم ﷺ کا ہاتھ بھی بات سمجھ میں آگئی جنہوں نے بیعت کی آپ ﷺ کے دست شفقت پر آپ ﷺ کے دست عالی پہ اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ میں دیا۔ اُن کے ہاتھ بھی اُسے بھی یہ کہا گیا وہ بھی سمجھ آگئی۔ ید اللّٰہ فوق ایدیھُم. اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے اب اللہ کا ہاتھ عقل انسانی کیسے سمجھے کیا اللہ کا ہاتھ انسانوں کی طرح ہے کیا اللہ ایک جسم ہے اُس کے ہاتھ پاؤں ہیں یہ متشابہات ہیں۔ جیسے استویٰ علی العرش میں علما حق نے کہا یہاں سے مراد یہ ہے کہ زمین و آسمان کا سیکرٹریٹ یا وہ جگہ جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ جہاں سے فیصلے نازل ہوتے ہیں وہ عرش کو بنادیا اس لئے استویٰ علی العرش فرمادیا۔ اسی طرح یدُ اللّٰہ فوق ایدیھُم. علماء نے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ رکھنے سے معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کی تائید و نصرت اُن کے ساتھ ہے۔ جیسے نبی کریم ﷺ کا دست شفقت ہے تو آپ ﷺ کی تائید آپ ﷺ کی نصرت آپ ﷺ کی شفقت آپ ﷺ کا کرم آپ ﷺ کی مہربانیاں اُس بندے کے ساتھ ہیں۔ اسی طرح ید اللہ

سے مراد یہ ہے کہ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے کہ اللہ کی تائید اللہ کی مدد اللہ کی نصرت بھی اُن کے ساتھ ہے لیکن یہ آیت متشابہہ ہے۔ عقل انسانی اس کو اپنے علم کے اندر نہیں لا سکتی۔ مگر اس کی تلاوت بھی ضروری ہے اور اس پر ایمان بھی ضروری ہے تو اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں میرے حبیب ﷺ۔

فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنه و ابتغاء تاویله۔ جن کے دلوں میں کجی آ جاتی ہے جن کے دلوں میں ٹیڑھاپن آ جاتا ہے جن کے دل صحیح نہیں رہتے جن کے دلوں کی کیفیت وہ نہیں ہے جو قلب مومن کی ہونی چاہئے جن میں ٹیڑھاپن آ جاتا ہے وہ اُن آیات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو متشابہات ہیں اور اُن کا مقصد اللہ کے کلام پہ اعتراض کرنا اُس میں سے مختلف اعتراضات کے ذریعے فتنہ بپا کرنا اور غلط تاویلیں تراشنا ہوتا ہے۔

یہ جو نئے فرقے بن رہے ہیں ان سب نے اس طرح کی غلط تاویلیں تراش رکھی ہیں اور کتنا سادہ سا ایک نظام ہے اسلام کا کتنی سادہ سی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تریسٹھ برس حیات مبارکہ بسر فرمائی جس میں تئیس برس عہد نبوت ہے۔ تئیس برس میں قرآن نازل ہوتا رہا اور حضور ﷺ اس پر عمل فرماتے رہے۔ تئیس برس میں لوگ ایمان قبول کرتے رہے اور نبی کریم ﷺ انہیں تعلیم فرماتے رہے اور اُس پر وہ عمل کرتے رہے جس کی حضور ﷺ نے تصدیق فرمائی کہ یہ اسلام ہے یہ قرآن کا مقصود ہے آج ایک آدمی کھڑا ہو کے کہتا ہے کہ یہ نماز روزہ یہ تو فضول رسمیں ہیں اور یہ تو ظاہر داری والوں کے لئے ہیں بھائی تو باطن والوں کے لئے کیا ہے! باطن والوں کے لئے ہے جی ڈھول بجاؤ تماشا بجاؤ پٹاخے چلاؤ اُچھل کود کرو اور بس کیفیت وارد ہو جائے گی اور بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ لوگ اس بات کو مانتے ہیں اور ایسا کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم ولی اللہ ہو گئے یہ کیوں ہوتا ہے فرمایا۔

فاما الذین فی قلوبھم زیغ پھر لوگوں کے دل ٹیڑھے ہو چکے ہوتے ہیں دل بگڑ چکے ہوتے ہیں دل تباہ ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ ایسے ہی متشابہہ آیات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اُن کی غلط تاویلیں کرتے ہیں اُن کے غلط معنی لیتے ہیں اور یوں دنیا کو گمراہ کرتے ہیں اور زمین پر فتنہ پیدا کرتے ہیں اور غلط تاویلیں کر کے اور قرآن حکیم کو غلط تعبیریں دے کر فرمایا یہ دلوں کے ٹیڑھا ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ وما یعلم تاویله الا الله۔ ان کی تاویل و تعبیر اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ یہ اللہ کا کام ہے وہ خود جانتا ہے عقل انسانی کی ایک حد ہے وہاں تک عقل سمجھ سکتی ہے اُس سے آگے وہ سمجھ نہیں سکتی اُسے بلا چوں و چراں وہ بات ماننا پڑتی ہے جس طرح ایک عام ڈاکٹر کی بات ہم مانتے ہیں۔ یہ ایک عام سی بات ہے ایک طبیب کی بات مانتے ہیں وجود ہمارا ہے ہمیں اپنے آپ کے بارے نہیں پتہ طبیب یا نباض نبض پہ ہاتھ رکھ کے کہتا ہے یہ آپ ٹھنڈا پانی پینا چھوڑ دو۔ آپ فلاں چیز کھانا چھوڑ دیا۔ آپ مولی نہیں کھایا کرو۔ آپ چینی لینا چھوڑ دو۔ ہم چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن وجود تو ہمارا ہے یہ اُس کے کہنے پہ ہم کیوں کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں یقین ہوتا ہے کہ وجود بے شک ہمارا ہے لیکن وجود کی ساخت اُس کی ضرورتوں سے ہماری نسبت یہ باخبر ہے۔ یہ زیادہ جانتا ہے اس کی بات مانیں گے تو وجود سلامت رہے گا نہیں مانیں گے تو ہم بیمار ہوں گے ہمارا نقصان ہوگا۔ ہم تباہ ہو جائیں گے مر جائیں گے۔ جب بات قرآن کی یا دین کی آتی ہے کون ہے ایسا جو اُس طرح جانتا ہے جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ جانتے ہیں کیوں یہاں سر تسلیم خم نہیں ہوتا کہ جو اللہ کے حبیب ﷺ نے فرما دیا وہ میری سمجھ میں آئے تو بھی درست ہے میری سمجھ میں نہ آئے تو میری سمجھ ناقص ہے حضور ﷺ کا فرمایا ہوا حق ہے یہ تو ہے دین اور اگر ارشاد باری اور فرمودات نبوی ﷺ کو انسان اپنی عقل سے تجزیہ کرنے لگ جائے یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے

میں مانتا ہوں یہ میری سمجھ میں نہیں آتی میں نہیں مانتا یا حضور ﷺ نے اس طرح فرمایا تھا میری سمجھ میں تو اس طرح آتا ہے میں اس طرح مانوں گا تو یہ سارے کا سارا کفر ہے فرمایا۔

والرسخون فی العلم یقولون امنا بہ. جنہیں اللہ صحیح علم اور راسخ علم دیتا ہے وہ تو سادہ سی بات کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ کل من عند ربنا اول و آخر سارا قرآن ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اُس نے نازل فرمادیا۔ وما یذکرو الا اولو الالباب لیکن نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جن کے سمجھنے کی استعداد درست ہوتی ہے اولوالالباب۔ صاحب دانش، صاحب عقل قرآن حکیم نے ہر اُس بندے کو صاحب خرد قرار دیا ہے جو حضور اکرم ﷺ کی غلامی بے چون وچراں کرتا ہے۔ جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا کہ آپ ﷺ اللہ کے برحق رسول ہیں فرماتا ہے اس سے بڑا اور عقل مند کوئی ہے ہی نہیں۔ یہ بہت بڑا دانش ور ہے اور جس نے آپ ﷺ کی صداقت کو نہیں پہچانا وہ خواہ کتنا بڑا فلسفی ہو اللہ فرماتا ہے اس میں شعور نہیں ہے اس میں عقل نہیں ہے یہ بے وقوف ہے جو حقیقت جاننا چاہیے تھی وہ تو یہ جان نہیں سکا اب اگر اس نے سونف اجوائن کی خصوصیات یاد کرلیں اس نے سائنس کے کلیے یاد کر لئے اس نے چند ایجادات کا طریقہ سمجھ لیا تو کیا سمجھا۔ بنیادی اور ضروری بات تو وہ تھی جو حق آشنائی کی تھی اگر اللہ کے حبیب ﷺ کو پہچانتا اللہ کی پہچان کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اللہ کو پہچاننا معرفت الٰہی اور معرفت پیامبر ﷺ بنیاد ہے دانش کی۔

ربنا لا تزغ قلوبنا. اللہ کریم نے فرمایا قلب کا ٹیڑھا پن جو ہوتا ہے یہ بہت بڑی تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔ عجب بات ہے قرآن کریم دین کا سارا مدار بالآخر قلب پہ لے آتا ہے۔ قلب میں شعور بھی ہے۔ قلب سنتا بھی ہے قلب سیدھا بھی چلتا ہے۔ قلب میں ٹیڑھا پن بھی آجاتا ہے۔ قلب میں انکار بھی آجاتا ہے۔ قلب میں نور ایمان بھی آتا ہے اور یاد رہے کہ انسان صرف یہ فزیکل سٹرکچر نہیں ہے انسان صرف یہ ایک جسم ہی نہیں ہے اگر جسم ہی انسان ہوتا تو پس مرگ اس کو ہم سنبھال کے رکھتے یہ اپنا کام کرتا اس کے اندر کوئی لطیفہ ربانی ہے جسے روح کہا گیا ہے جو امر الٰہی سے ہے جو عالم امر سے ہے۔ جب روح اس سے نکل جاتی ہے تو یہ مردہ ہو جاتا ہے۔ یعنی اصل انسانی جو ہے وہ اس کے اندر ہے سائنس نے بڑی دیر اس کا انکار کیا روح کا لیکن اب سائنس کو بھی ماننا پڑ گیا کہ مثلاً ایک آدمی مر جاتا ہے ظاہر ہے اس کے سارے اعضا و جوارح کام کرنے سے رُک گئے آنکھ دیکھنے سے رُک گئی دل دھڑکنے سے رُک گیا لیکن اگر خراب ہونے سے پہلے اس کی آنکھ نکال کر محفوظ کر لی جائے۔ خراب ہونے سے پہلے دل نکال کر محفوظ کر لیا جائے خراب ہونے سے پہلے گردہ محفوظ کر لیا جائے تو کسی زندہ انسان کو لگا دو تو وہاں وہ آنکھ دیکھنے لگ جاتی ہے دل دھڑکنے لگ جاتا ہے گردہ کام کرنے لگ جاتا ہے تو سائنس کو بھی ماننا پڑا کہ نہیں یہ اُس روح کے نکلنے سے جسم خراب ہوتا ہے کوئی چیز ہے جس نے اسے چھوڑ دیا تو یہ خراب ہو گیا۔ اگر دوسرے بندے میں روح ہے تو مرنے والے کی آنکھ اُسے لگائی تو آنکھ نے دیکھنا شروع کر دیا مرنے والے میں تو نہیں دیکھ رہی تھی اس کا مطلب ہے کہ اندر کوئی چیز ہے جو اسے استعمال کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ آپریٹ ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ اپنا کام کرتی ہے تو سائنس کو بھی اب تو ماننا پڑ گیا ہے کہ کوئی روح ہے۔ آج میں ایک تجزیہ پڑھ رہا تھا۔ اب تو سائنس دان اس بات پہ بھی آ گئے ہیں کہ یہ جن بھوت بھی کچھ ہیں۔ یہ انسان میں گھس کر انہیں خراب کرتے ہیں۔ یعنی جب روح کا ایک اعتماد انہیں ایک یقین نصیب ہوا کہ روح واقعی ہے تو اب اُس سے آگے بھی چل پڑے ہیں۔ تو بہر حال غرض اس بات سے نہیں ہے کہ سائنس کس

بات کو مانتی ہے غرض اس بات سے ہے کہ قرآن جو کہتا ہے وہ حق ہے وہ سائنس کی سمجھ میں آئے تو بھی حق ہے' سائنس دان کی سمجھ میں نہ آئے تو بھی حق ہے حقیقت روح تو نبی کریم ﷺ نے روح کی بات ارشاد فرمائی۔ اگر سائنس دان نے آج مانا تو کیا آج تک یہ بات غلط تھی؟ نہیں' آج تک سائنس دان غلط تھا بات حق تھی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آئی وہ جھوٹا تھا وہ غلط تھا بات حق تھی اسی طرح قرآن کریم کا ایک ایک لفظ حق ہے کسی کی سمجھ میں آتا ہے تو یہ اللہ کا احسان ہے اور اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تو یہ اُس کی سمجھ کا قصور ہے قرآن بہر حال حق ہے۔ اس طرح متشابہات کے بارے فرمایا کہ وما یعلم 'تاویلہ' اِلا اللہ والرسخون فی العلم. اگر راسخون فی العلم کو اس کے ساتھ جوڑا جائے اس جملے کا حصہ اس آیت کا حصہ سمجھا جائے تو مراد یہ ہوگا کہ ان آیات کی تاویل اللہ جانتا ہے اللہ کا حبیب ﷺ جانتا ہے اور وہ لوگ جانتے ہیں جنہیں رسوخ فی العلم جنہیں برکات نبوت نصیب ہیں۔ جنہیں علم لدنی نصیب ہوا جن کے علوم راسخ ہیں اللہ انہیں ان کی بات سمجھا دیتا ہے ہر آدمی کو نہ وہ معراج علم نصیب ہوتی ہے نہ ہر آدمی کو وہ شعور نصیب ہوتا ہے نہ ہر آدمی کی سمجھ میں بات آتی ہے تو فرمایا اگر دل ہی ٹیڑھ ہو جائے تو عقل بھی ٹیڑھی ہو جاتی ہے سمجھ بھی ٹیڑھی ہو جاتی ہے نگاہ بھی ٹیڑھی ہو جاتی ہے خوبصورت چیزیں بدصورت نظر آنے لگتی ہیں اچھے کام بُرے لگتے ہیں اور بُرے کام اچھے لگنے شروع ہو جاتے ہیں یعنی دل کا ٹیڑھا پن یہ ہے کہ بُرائی کر کے خوش ہوتا ہے اور فخر کرتا ہے میں نے اتنے آدمی قتل کر دیے۔ اسے باعث فخر سمجھتا ہے۔ میں نے اتنے ڈاکے کئے کیا اچھا کیا لوگوں کا مال لوٹا عزتیں لوٹیں' لوگوں کو قتل کیا۔ اب اُسے اس پہ شرمندگی نہیں ہے اِس پہ فخر کرتا ہے مجلس میں بیٹھ کر کہتا ہے میں اتنا جواں مرد ہوں میں نے یہ کیا اس کا مطلب ہے کہ دل ٹیڑھ ہو گیا۔ اُس کے ساتھ نگاہ ٹیڑھی ہو گئی' سمجھ ٹیڑھی ہو گئی عقل ٹیڑھی ہو گئی' شعور ٹیڑھا ہو گیا۔ اُسے الٹی چیزیں نظر آنی شروع ہو گئیں بُرائیاں خوبصورت لگنے لگیں۔ اس طرح نیکی کی بات کرو تو اُس پہ بھڑک اٹھتا ہے۔ نیکیاں اچھی نہیں لگتیں یہ ہوتا ہے دل کا ٹیڑھ پن تو اللہ کریم نے دعا تعلیم فرمائی اپنی طرف سے اللہ اتنا کریم ہے کہ بیماری ارشاد فرماتا ہے اُس کا علاج ارشاد فرماتا ہے اور دل کا ٹیڑھا ہونا بیماری اُس کی پہچان بتائی کہ وہ محکمات پہ توجہ نہیں دیتا۔ متشابہات پہ یعنی قرآن کے واضح احکام کی تو پرواہ نہیں کرتا اور جو چیزیں سمجھ میں نہ آنے والی ہوں اُن پہ بحث شروع کر دیتا ہے یہ دل کی بیماری ہے پھر اُن کی غلط تعبیریں اور غلط تاویلیں کرتا ہے اور غلط معنے انہیں پہناتا ہے اس کا مطلب ہے اُس کا دل ٹیڑھا ہے بُرائی اُسے بھلی لگنے لگتی ہے اور نیکی سے نفرت کرنے لگتا ہے تو اُس کا علاج کیا ہے فرمایا اللہ کو مانو اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو مانو اللہ کی بارگاہ میں آؤ اور کہو۔

اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔ ربنا لاتزغ قلوبنا۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو ٹیڑھ نہ کر۔ بعد اذھد یتنا۔ حالانکہ تو نے ہم پر بڑا کرم کیا ہمیں ہدایت نصیب فرمائی۔ یعنی ایمان لانے کے بعد بندہ مومن کا دل بھی ٹیڑھا ہو سکتا ہے اس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ ایک بندے کے والدین نیک بھی ہیں اہل علم بھی ہیں پارسا بھی ہیں بندہ اُن کے گھر میں پیدا ہوتا ہے پلتا بڑھتا ہے اور وہ کسی کافرانہ عقیدے کی پیروی کر لیتا ہے گمراہ ہو جاتا ہے اُس کا دل ٹیڑھ ہو گیا۔ حالانکہ اللہ نے اُسے ایک ہدایت یافتہ گھر میں پیدا کیا تھا پیدا ہونے پر اُس کے کان میں آذان کہی اللہ کی وحدانیت کی اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی آواز آئی' شہادت کی آواز آئی لیکن بگڑ گیا تو فرمایا یہ دعا کیا کرو کہ اے ہمارے پروردگار لاتزغ قلوبنا بعد اذھد یتنا۔ اے اللہ جب تو نے ہم پر یہ احسان فرمایا کہ ہمیں کلمہ حق نصیب فرمایا

ہمیں نبی کریم ﷺ کا دامان رحمت نصیب فرمایا تو اب ہمارے دلوں کو ٹیڑھے پن سے بچا تو ہی قادر ہے تو ہی کریم ہے تو ہی سنبھال سکتا ہے ہمیں ہمارے نفس کے حوالے نہ کر۔ ہمیں ہماری عقل کے حوالے نہ کر۔ ہمیں ہمارے اپنے حوالے نہ کر بلکہ ہماری حفاظت تو فرما۔ ہمارے دلوں کی حفاظت تو فرما اور ہمارے دلوں کو ٹیڑھ نہ کر۔ اے اللہ تو ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔ اس کا مطلب ہے کہ آدمی سے بعض کام ایسے ہوتے ہیں جن کے نتیجے میں اللہ اُس کے دل کو ٹیڑھا کر دیتا ہے۔ یعنی دل کی کجی جو ہے یہ ایک عذاب الٰہی ہے اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے جیسے ہم کہتے ہیں نا کہ بڑے لوگ ہیں آج وہ بھی تو نماز نہیں پڑھتے۔ مسجد نہیں آتے تو ایک بزرگ تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ایسی بات نہیں ہے کہ لوگ نماز نہیں پڑھتے اللہ کریم ان سے خفا ہے ان کو اپنی پیشانی اپنے دروازے پہ رکھنے کی توفیق نہیں دیتا ان سے اللہ ناراض ہے۔ یہ اپنے اپنے شعور کی بات ہے نا! یعنی میری سمجھ یہ ہے کہ لوگ نماز نہیں پڑھتے۔ اسی طرح ایک مجلس میں بات ہوئی تو ایک بزرگ فرمانے لگے کہ لوگ نماز کہاں نہیں پڑھتے وہ پڑھنے ہی نہیں دیتا۔ ان کے کسی کردار سے کسی کرتوت سے جب ناراض ہوتا ہے..... فرمایا تم یار انسان ہو جس سے ناراض ہو جاؤ اُسے اپنے گھر میں آنے دیتے ہو۔ پہلی دھمکی یہی دیتے ہو کہ آئندہ میرے پاس مت آنا۔ آئندہ میرے گھر مت آنا بیٹے سے بگڑ جاؤ تو کہتے ہو میرا گھر چھوڑ دو۔ نکل جاؤ یہاں سے تو وہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ ان سے بگڑ گیا ہے ان سے ناراض ہو گیا ہے اُس نے گھر سے نکال دیئے ہیں وہ ان کو پیشانی اپنے در پہ رکھنے نہیں دیتا اور یہ کتنی بڑی بات ہے یعنی اپنے شعور کی بات ہے لیکن اگر سوچا جائے تو کتنی بڑی بات ہے کہ اللہ کریم کتنے خفا ہیں کسی سے کہ اُسے اپنے در پہ کھڑا ہی نہیں ہونے دیتے اُسے اپنی بارگاہ میں سجدہ ہی نہیں کرنے دیتے۔

تو انسانی سوچیں انسانی احوال و افعال انسانی الفاظ و حروف بعض اوقات ایسی گستاخانہ بات منہ سے نکل جاتی ہے جس پر اللہ کریم ناراض ہو جاتے ہیں اور دل ٹیڑھا ہو جاتا ہے دل ٹیڑھا کر دیتا ہے بعض دفعہ کوئی ایسا کام ہم کر بیٹھتے ہیں جس سے اللہ کریم خفا ہو کر دل ٹیڑھ کر دیتے ہیں بعض دفعہ ہم اتنا الٹ پلٹ سوچتے ہیں جو خلاف شریعت ہوتا ہے کہ وہ سوچیں بھی ہماری گمراہی کا سبب بن جاتی ہیں۔ یاد رکھیں! سوچوں کا آنا اللہ کی طرف سے معاف ہے کہ شیطان کوئی خیال ڈال رہا ہے اور بندہ دفاع کر رہا ہے تو یہ جہاد ہے لیکن از خود بیٹھ کر بُرائی سوچنا شروع کر دینا یہ جرم ہے اور اُس کی سزا ملتی ہے تو بعض اعمال بعض افعال یعنی الفاظ یعنی سوچیں ایسی ہوتی ہیں جو اللہ کریم کی ناراضگی کا سبب بنتی ہیں اور جب اللہ ناراض ہوتے ہیں تو دل ٹیڑھا کر دیتے ہیں دل کے ٹیڑھا ہونے سے سارا نظام اُلٹ جاتا ہے۔ آنکھیں بُرائی کو بھلا دیتی ہیں بھلائی کو بُرا دیکھتی ہیں۔ دماغ بُرائی سوچ کر خوش ہوتا ہے بھلائی کی بات کرو تو بگڑتا ہے۔ ہاتھ پاؤں بُرائی کی طرف بھاگتے ہیں نیکی کی انہیں توفیق نہیں ہوتی تو فرمایا یہ درخواست کیا کرو۔

اے اللہ اے میرے پروردگار اے میرے خالق اے میرے مالک اے مجھے تمام نعمتیں دینے والے جب تو نے مجھے ایمان عطا کر دیا مومنین کے گھر میں پیدا فرما دیا نور ایمان عطا کر دیا اب میری حفاظت فرما اب اس کے بعد میرا دل ٹیڑھا نہ فرما مجھے توفیق عطا فرما میں تیری اطاعت کروں اور تو مجھ سے راضی رہ میرے دل کو ٹیڑھا نہ کر وھب لنا من لدنک رحمتہ۔ اللہ میں کچھ بھی نہیں میرے پاس بھی کچھ نہیں اگر کوئی میں نیک عمل کرتا ہوں تو یہ تیری دی ہوئی توفیق ہے میرا تو اس میں کچھ بھی نہیں ہے اگر میں نے کچھ نیکی سمجھ لی تو یہ تو نے سمجھا دی اگر مجھے علم نصیب ہوا تو تیری عطا سے اگر میں بیان کرتا ہوں تو تیرا کرم ہے میرا تو اُس میں کچھ بھی نہیں حتی کہ میں جان بھی دے دوں تو وہ بھی میری کب ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جان بھی دے دی تو پلے سے کیا دیا کچھ بھی نہیں تو فرمایا یہ دعا کیا کرو۔

وھب لنا من لدنک رحمتہ ' اے اللہ اپنی رحمت خاص اپنی طرف سے ہم پہ مبذول فرما۔ ہم پر انعام فرماتا رہ اپنی رحمت' اپنا کرم فرماتا رہ' تیرے کرم سے بات بنی ہوئی ہے میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے اور میری کوئی حیثیت نہیں۔

انک انت الوھاب . اس لئے کرم فرما کہ تو بہت بڑے کرم فرمانے والا ہے' تیری شان کے لائق ہے تو درگزر فرماتا ہے تو معاف فرماتا ہے تو کرم فرماتا ہے میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں میرا دامن خالی ہے میرے پلے کچھ بھی نہیں ہے۔ تیرے کرم کا آسرا ہے۔ اپنی رحمت خاصہ سے میری حفاظت فرما۔ مجھے دین پہ قائم رکھ۔ مجھے ہدایت پہ قائم رکھ۔ ہدایت پہ زندہ رکھ۔ ہدایت پہ موت نصیب فرما اور اپنے ہدایت یافتہ بندوں کے ساتھ میرا حشر فرما اس لئے کہ

ربنا انک جامع ' الناس لیوم لاریب فیہ. یقیناً تو تمام لوگوں کو اکٹھا کرنے والا ہے ایک ایسے دن جس میں شبہے کی کوئی گنجائش نہیں۔ لاریب فیہ۔ قیامت پر پکا یقین انتہائی ضروری ہے۔ جیسے قرآن کے بارے آیا نا۔

ذالک الکتٰب ' لاریب فیہ . ریب ہوتا ہے شک کا ادنیٰ سا درجہ۔ بہت چھوٹے سے چھوٹا جو شک ہوتا ہے وہ ریب ہوتا ہے اگر اتنا سا شک بھی قرآن کی حقانیت میں ہے تو ایمان ضائع ہو گیا اسی طرح یوم حساب یا قیامت میں اگر ذرہ سا شبہ بھی ہو تو ایمان ضائع ہو گیا۔ تو فرمایا یہ دعا کرو کہ

اے اللہ اِنک جامع ' الناس لیوم لا ریب فیہ . اے اللہ تو ہی وہ ہستی ہے کہ جس دن یعنی حشر کے دن جس کے قیام میں رائی برابر شبہ نہیں ہے اُس دن تو ہی وہ ہستی ہے اور تیرا وعدہ ہے کہ قیامت قائم ہوگی۔ اس دنیا میں تو کیا ہے بھائی دنیا تو دار عمل ہے ہر کوئی عمل کر رہا ہے لیکن نعمتیں جو آسمان سے برس رہی ہیں جو زمین سے اُگ رہی ہیں جو فضاؤں میں پھیلی ہیں سب استفادہ کر رہے ہیں اُن سے سورج کی روشنی سے ہوا کے چلنے سے زمین کی نباتات سے جانوروں سے کافر مومن گنہگار نیک سارے موج کر رہے ہیں تو پھر نیکی اور بُرائی کا انجام کیا ہے۔ کیا بدکار بھی عیش کرتے رہیں۔ مومن بھی عیش کرتے رہیں۔ ایک نیک آدمی کا بھی وہی عالم ہے ایک بُرے آدمی کا وہی۔ فرمایا نہیں یہ عارضی سا وقت ہے' دار الابتلاء ہے امتحان گاہ ہے اس میں جو کچھ کر رہا ہے کوئی ایک دن ایسا آئے گا جب یہ سارا نظام تہس نہس کر دیا جائے گا کچھ باقی نہیں رہے گا پھر ایک چٹیل میدان میں ساری مخلوق جمع ہوگی وہاں محاسبہ ہوگا کس نے کیا کیا۔ اور اُس کے مطابق اُس کی درجہ بندی کی جائے گی اُس کے مطابق اُس کو نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔

ان اللہ لا تخلف ' المیعادہ '. اس لئے کہ وعدہ خلافی کرنا تیری شان کے خلاف ہے تو نے وعدہ کیا ہے قیامت قائم ہوگی نیکی کا نیک اجر ہوگا بُرائی کا بُرا اجر ہوگا لہٰذا اے میرے پروردگار میں کمزور ہوں میرا علم ناقص ہے میری رائے کمزور ہے۔ میں چھوٹی چھوٹی باتوں سے بہل جاتا ہوں چھوٹی چھوٹی باتوں کو دیکھ کر پھسل جاتا ہے ہوں۔ لالچ میں پڑ جاتا ہوں تو مجھے ان ساری مصیبتوں سے بچا اپنی رحمت خاصہ سے نواز اور میرے دل کو ٹیڑھ ہونے سے بچا۔ میرا دل ٹیڑھ نہ فرما۔ اللہ کریم ہم سب پہ رحم فرمائے ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ٹوٹی پھوٹی عبادتیں قبول فرمائے' ایمان پہ زندہ رکھے' ایمان پہ موت دے ایمان داروں کے ساتھ حشر فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین.

سوال وجواب

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 27-07-2006

سوال۔ اگر جذبات زور پکڑیں تو عشق مجازی میں دل کی بات ماننے کی آخری حد کونسی ہے؟

جواب۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

انسانی فطرت میں اللہ کریم نے جہاں مختلف چیزیں رکھی ہیں وہاں جنس مخالف کے لئے ایک فطری جذبہ بھی ہے تخلیقی طور پر محققین کے نزدیک اور جو جدید سائنس کی تحقیق ہے اُس کے نزدیک بھی انسان کے جسم سے ایک خاص طاقت کی یا ایک خاص ''فریکونسی'' کی لہریں جو ہیں وہ جنس مخالف کے لئے نشر ہوتی رہتی ہیں اور یہ مذکر مونث ''میل، فی میل'' دونوں میں ہوتی ہیں۔ ان کے ملنے کا سب سے زیادہ مدار نظر کے ذریعے ہوتا ہے اگر کسی ایسے مرد کی نگاہ کسی ایسی خاتون پر پڑے جن کی فریکونسی برابر ہو تو وہ اُس کے لئے دیوانہ ہو جاتا ہے اگر کسی خاتون کی نگاہ کسی ایسے مرد پر پڑے جس کی وہ فریکونسی اُس کی فریکونسی سے ملتی ہو تو وہ اُس کے لئے پاگل ہو جاتی ہے یہ ایک فطری جذبہ ہے بقائے نسل انسانی کے لئے۔ غالباً اسلام نے جو پردے کا حکم دیا ہے اُس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ نگاہ کسی غیر مرد کو دیکھے ہی نہیں، کسی خاتون کی یا کسی مرد کی نگاہ کسی نامحرم عورت کو نہ دیکھے۔ یہ جو پردے میں جو زیادہ زور دیا گیا ہے۔ وہ ''غص بصر'' پر ہے یعنی نگاہ کو بچایا جائے۔ ہمارا جو آجکل کا مروجہ برقع یا پردہ ہے یہ اُس دور میں نہیں تھا بلکہ شرعی پردہ یہ ہے کہ خاتون کے ٹخنوں سے، ٹخنے بھی نظر نہ آئیں اور یہاں سے پیچھے بازو یا ہاتھ اور اوپر کھلی چادر ہو جس سے بدن کی جو ڈیل ڈول ہے یا Shape ہے وہ بھی نظر نہ آئے اور سر کا پردہ اس طرح کھچا ہوا ہو کہ اُس کا چہرہ بھی اُس میں ڈھپا رہے بڑی حد تک اور اُس کی نگاہ بھی دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔

یُدنین علیھن من جلا بیبھن۔ اپنے اوپر اُس کو حجاب کو کھینچ کر رکھیں تو اُس پردے میں غض بصر کا پورا اہتمام ہے ہمارا یہ جو آجکل کا برقعہ ہے اس میں عورت کا اگرچہ پورا چہرہ چھپا لیا جاتا ہے لیکن بدن سارا عیاں کیا جاتا ہے ایسا برقع ہوتا ہے کہ عورت کا ڈیل ڈول نظر آتا ہے اور عورت کی نگاہ کے سامنے کوئی حجاب نہیں ہوتا وہ نظر کا برقعہ پہن بھی رکھا ہو تو وہ بے محابا دیکھ سکتی ہے تو یہ فطری جذبے ہیں، ان میں مزید شدت پیدا ہو جاتی ہے جب مزاج بھی ملتے ہوں۔

فریکونسی مل گئی پھر مزاج ملتے ہیں پھر ایک جیسی پسند ملتی ہے وہ رنگ ایک جیسے پسند کرتے ہیں۔ اس طرح کی بہت سی باتیں جب اُس میں جمع ہوتی جاتی ہیں تو وہ جوں جوں شدید ہوتی جاتی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اسلام نے ایسے عشق کا کوئی تصور نہیں دیا جس سے بقائے نسل انسانی مراد نہ ہو۔ اس لئے کبھی بھی مرد اور خاتون کو محض کسی عشق کی تکمیل کے لئے جمع ہونے کی اجازت نہیں دی اور نکاح پر یہ قید رکھی

ہے کہ محصنین غیر مسٰفحین. محض شہوت رانی نہ ہو بلکہ عمر گزارنے کی تمنا ہو اُس میں ارادہ جو ہو وہ عمر بسر کرنے کا ہو یہ الگ بات ہے کہ وہ کب تک چل سکتا ہے۔ اس لئے یہ جو ''متعہ'' ایجاد کیا گیا اُسے شریعت اسلامی میں حرام اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں وقت کی تعین ہوتی ہے۔ اور اسلام احصان کی محصینین حصن ہوتا ہے ح ص اور ن۔ حصن ہوتا ہے قلعہ۔ محصنین یعنی جس طرح کسی کو قلعہ میں قید کر دیا جاتا ہے۔ نکاح ایسا ہے کہ عمر بھر کی قید' عمر بھر مل کر رہنے کا اور عمر بسر کرنے کا کام ہے اگر یہ شرط نکال دی جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوتا اور متعہ اس لئے باطل قرار دیا جاتا ہے کہ اُس میں سرے سے اس کا وجود ہی نہیں ہوتا۔

تو جذبات کی آخری حد بھی اور پہلی حد بھی شریعت مصطفوی ﷺ ہے یعنی شریعت کا اور جذبات کا رشتہ ہی یہ ہے کہ شریعت جذبات کی تکمیل سے نہیں روکتی۔ اُن کو اُن کی تکمیل کے جائز راستے بتاتی ہے تو پہلی حد بھی شریعت ہے اور آخری حد بھی شریعت ہے اس میں کوئی اور رعایت نہیں ہے اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ سادہ سی بات ہے کہ جہاں اور جو طریقہ شریعت نے بتایا ہے اگر کوئی کسی خاتون کو پسند کرتا ہے اُس کی طرف اُس کی رغبت ہے تو نکاح کے لئے کوشش کرے' کسی سے کہے کسی سے کہلوائے۔ یہ سارے وسائل جائز ہیں کسی بزرگ سے کہے کوئی بھی طریقہ اختیار کرے' نکاح کے لئے کوشش کرے' منت سماجت کرے' یہ طریقے جائز ہیں اور بغیر نکاح کے محض عشق کرنے کا کوئی تصور نہیں ہے اور یہ بات درست نہیں ہے کہ ذکر کرنے سے تقویت نہیں ہوتی یہ الگ بات ہے کہ مرض کی حد ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک صحابی حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے بھائی کے پیٹ میں درد ہے تکلیف ہے آپ ﷺ نے فرمایا اُسے شہد کھلاؤ وہ پھر حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے شہد کھلایا اور میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہے فرمایا شہد کھلاؤ اُسنے پھر جا کر کھلایا اور وہ پھر تیسری مرتبہ حاضر ہوئے اور وہی بات عرض کی تو آپ ﷺ نے پھر حکم دیا شہد کھلاؤ۔ وہ پھر حاضر ہوئے تو فرمایا اب اُسے آرام آ گیا ہے۔ فرمایا کہ تم خواہ مخواہ گھبرا رہے تھے مرض کی حد تک علاج کرنا پڑتا ہے۔ اُس کی تکلیف زیادہ تھی تم نے تھوڑ علاج کیا اور پھر واپس آ گیا حالانکہ علاج وہی تھا تم اُسے کھلاتے رہتے کھلاتے رہتے تو ایک جگہ جا کر اسے افاقہ ہو جاتا۔

ذکر الٰہی جو ہے یہ اللہ کے ساتھ اتنا مضبوط تعلق پیدا کرتا ہے کہ نہ کسی نفع کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے اور نہ کوئی نشہ آدمی کو اتنا مدہوش کرتا ہے اور نہ کسی دوسرے عشق سے اتنا مغلوب ہوتا ہے کہ اس پر اُس کے جذبات غالب آ جائیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اب وہ اُس کا مرض کتنا ہے اور وہ ذکر کتنا کرتا ہے دوائی کتنی لیتا ہے اگر کوئی زیادہ بیمار ہے تو اُسے دوائی کی خوراک بھی بڑھانی چاہئے زیادہ کرنی چاہئے تاکہ صحت جو ہے وہ بیماری پر غالب آ جائے۔

تو جو فطری خصوصیات ہیں انسان میں ان کی نفی نہیں کی جاسکتی وہ بات پھر بھی اُس میں رہے گی نفی نہیں ہوسکتی یہ الگ بات ہے کہ عشق الٰہی کے غلبے سے وہ اُس پر غیر شرعی طریقے سے عمل نہیں کرے گا یہ قوت پیدا ہو جائے گی اللہ کے ساتھ تعلق ہو جائے گا۔

سوال۔ موجودہ دور میں ٹی۔ وی اور وی سی آر کا استعمال ازروئے شریعت کیسا ہے؟

جواب۔ ازروئے شریعت ویسا ہی ہے جیسا توپ' موٹر اور ہوائی جہاز کا ہے۔ مسلمانوں نے شریعت کو پرانے زمانے کا ایک پلندا بنا دیا ہے اور آج کے زمانے میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قابل اصلاح ہی نہیں

یا قابل استعمال ہی نہیں۔ ٹی وی ہو یا ریڈیو ہو یا وی سی آر ہو یا بغیر ٹی۔ وی یا ریڈیو یا وی سی آر کے جو چیزیں دیکھنا حرام ہیں وہ ٹی وی ریڈیو اور وی سی آر پر بھی حرام ہیں۔ سادہ سی بات ہے آپ گانا بجانا بغیر ٹی۔ وی کے سنتے ہیں تو حرام ہے۔ ٹی وی پر سنتے ہیں تو حرام ہے۔ آپ فحش حرکات ہوتے ہوئے بازار میں شہر میں دیکھیں اور انجوائے کرنے جاتے ہیں تو حرام ہے۔ سینما میں جاتے ہیں تو حرام ہے۔ ٹی وی پر دیکھتے ہیں تو حرام ہے۔ آپ درس قرآن مسجد میں سنتے ہیں بہتر طریقہ ہے آپ ٹیلی ویژن پر سنتے ہیں اُس سے بھی بہت طریقہ ہے کہ وہاں وہاں درس کی آواز پہنچ جاتی ہے جہاں سے ملاں کی ہوا بھی نہیں گزرتی۔ ایک ایسا طبقہ ہے جو علماء کے نام تک سے بھی چڑھتا ہے اُن کے گھروں میں بھی ٹیلی ویژن تو وہ آواز لے کر ہی جاتا ہے اور بجائے یہ شرعی مسئلے پوچھنے کے اگر علما اس بات پر زور لگاتے کہ یہ نئے دور کی ایجاد ہے اور اس سے کنجروں کی اور فواحشات کی تشہیر ہو رہی ہے تو اس سے یہ سارا پروگرام اسلامی کیوں نہیں دیا جاتا۔ اگر آپ ڈرامے بناتے ہیں تو اسلامی تاریخ کو پیش کیوں نہیں کرتے اگر آپ تقریریں اور وہ مزاحیہ پروگرام چلاتے ہیں تو اُس کی جگہ آپ مزید درس قرآن درس حدیث، بچوں کی تعلیمی جو سرگرمیاں ہیں اور تعلیم و تربیت ہے اس کا کیوں نہیں کرتے۔ باہر کے ملکوں میں رات دن کے چوبیس گھنٹے ٹیلی ویژن چلتے رہتے ہیں اور اُن میں باقاعدہ چینل ہوتے ہیں کہ ایک چینل صرف پرائمری کے بچوں کی آ 'با' تا جو ہے وہ نشر کرتا رہے گا۔ دوسرا جو ہے وہ سائنس کا ہوگا، تیسرا فلاں کا ہوگا۔ چوتھا میڈیکل کا ہوگا تو اُس طرح انہوں نے بانٹ دی ہیں اُس میں فلموں کا بھی ہے فواحشات کا بھی ہے لیکن اُس میں کم از کم یہ ہے کہ جو چینل آپ نہ دیکھنا چاہیں وہ نہ دیکھیں۔ تو یہاں چونکہ ہمارے علما کی یہ عادت رہی ہے کہ مجھے یہ سارے زمانے یاد ہیں کہ شروع میں لاؤڈ سپیکر پر یہ پابندی تھی کہ اس پر نماز نہیں ہوتی۔ بڑے بڑے مفتیوں نے فتوے دیئے تھے کہ اس پہ نماز نہیں ہوتی بعض احباب ابھی تک میلوں تک "مکبر" کھڑے کرتے ہیں لیکن آلہ مکبر صوت استعمال نہیں کرتے۔ پھر ریڈیو آ گیا تو سارا زور مخالفت کا ریڈیو کے ذمے لگ گیا اور وہ جو لاؤڈ سپیکر تھا وہ مخالفت سے بچ گیا۔ چونکہ وہ فواحشات والوں نے اُسے چھوڑ دیا اور وہ ریڈیو پہ چلے گئے تو انہوں نے ریڈیو کا داخلہ بند کر دیا۔ لاؤڈ سپیکر مسجد میں لگا دیا۔ اُس کے بعد اب ٹی وی آیا۔ اب ریڈیو کے ساتھ ٹیپ ہوتی ہے اُسے کوئی نہیں پوچھتا۔ ہر مسجد میں ہر سٹیج پر وہ ٹیپ چلی گئی اور اُس کی اجازت ہو گئی۔ یعنی پیچھے پیچھے چلتے رہتے ہیں حالانکہ زمانہ کنٹرول آگے سے ہوتا ہے پیچھے سے نہیں ہوتا کسی بھی چیز کو آپ کنٹرول کرنا چاہیں تو آپ کو اس کے آگے جانا ہوگا پیچھے سے تو آپ کو پیچھے پیچھے لیکر پھرتی رہے گی۔

میرا مسلک یہ ہے کہ ٹیلی ویژن ہو یا وی سی آر ان کو بھی مسلمان کیا جائے اور اسلامی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے اس دور کی ایجادات ہیں، اس دور کی جس طرح باقی سائنسی ایجادات ہیں اُسی طرح یہ بھی ہیں تو اُن سے مثبت انداز میں کام لیا جائے۔ اب بہت بڑا ابراعظم ہے امریکہ۔ بہت بڑا چھ گھنٹے وقت کا فرق ہے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک۔ نیویارک سے الاسکا تک چھ گھنٹے وقت کا فرق پڑ جاتا ہے۔ اتنے وسیع ملک میں میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ایک آدمی بھی ایسا ہو کہ اُسے جو بھی اُن کا ٹیلی ویژن اطلاع دیتا ہے اُس کے علاوہ وہ دنیا کے متعلق کچھ بھی جانتے ہوں۔ یعنی بالکل کچھ نہیں جانتے سوائے اُس کے جو اُن کا ٹی وی انہیں بتائے وہ کسی کے حق میں پراپیگنڈہ کرتا ہے یا کسی کے خلاف کرتا ہے۔ ساری رائے عامہ اُس کے ساتھ ہے تو انہوں نے ایک ایسی طاقت بنالی ہے کہ وہ اپنے

پورے ملک کے اذہان کو جس طرف چلانا چاہتے ہیں اُس طرف لگا دیتے ہیں جس کے خلاف چلانا چاہتے ہیں اُس کے خلاف لگا دیتے ہیں جس کے ساتھ چلانا چاہتے ہیں اُس کے ساتھ لگا دیتے ہیں تو کیوں نہ یہ جو اسلامی ممالک ہیں یہ بھی اس سے وہ کام لیں کہ لوگوں کو دین کی طرف لوگوں کو اسلام کی طرف لوگوں کو اپنی اصل کی طرف مائل کریں۔

سوال۔ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ جس گھر میں کُتا یا تصویر ہو اُس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ۔اس حدیث مبارکہ سے متعلق کچھ رہنمائی فرمائیں۔

جواب۔ جو ضرورت کے لئے ہو یہ کُتا اُس دور میں بھی تھا۔کوئی چوکیداری کے لئے رکھے اُس دور میں بھی اجازت تھی جو لوگ جنگلوں میں رہتے تھے اور شکار جن کا پیشہ تھا شکاری کُتے رکھنے کی انہیں حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی اجازت تھی بلکہ اگر شکاری کُتا تکبیر پڑھ کر شکار پر چھوڑ دیا جائے اور اُس کا زخمی شکار مر جائے تو حلال ہوتا ہے یہ فقہ کا قانون ہے۔ جو کُتے عیاشی کے لئے یا انگریزوں کی نقل میں باپ بنا کر رکھے جاتے ہیں یا لوگ محض لڑانے کے لئے یا کوئی اس طرح کے لئے رکھتے ہوں اُن کا حکم تب بھی تھا آج بھی وہی ہے اُس طرح تصویر کا ایک تصور تھا اُس زمانے میں کہ بغیر کسی کی پوجا پاٹ کے اُس کا کوئی مصرف نہ تھا تصویری تو دور ہی نہیں تھا۔عہد ہی بتوں کے بنانے کا تھا۔مجسمے بنانے کا تھا۔کیمرے وغیرہ کا کوئی تصور نہیں تھا اور جو تصویریں لوگ اُس زمانے میں جو ہاتھ سے بناتے تھے وہ آج کا پرائمری کا بچہ بھی اُس سے اچھی بناتا ہے۔ڈرائنگ اُس زمانے کا کوئی فن نہیں تھا۔اور اُس زمانے کی جو تصاویر ملتی ہیں بعض دیواروں پر کھود کھاد کر بنی ہوئی اُن کی شکل وصورت بتاتی ہے کہ آج کا جو بچہ بھی ہے اُس سے اچھی بنا لیتا ہے تو اُس کے ساتھ تقدس کا تصور تھا۔اگر وہ تقدس کا تصور تب تھا تو وہ حرام تھی۔آج بھی ہو گا تو حرام ہوگی۔ضرورت کے لئے یا تعلیم کے لئے یا موجودہ عہد کی موجودہ ضروریات کے لئے کہ آپ جس ملک میں جاتے ہیں اُس ملک کی کرنسی پر اُس ملک کے لوگوں کی تصویر بنی ہوئی ہے آپ اُسے کہاں لے کے جائیں گے۔اپنے ملک میں آپ رہتے ہیں آپ کے ملک میں آپ کی کرنسی پر بھی تصویر ہے آپ اُسے کہاں لے کے جائیں گے۔ یہ سارے نکال کر باہر پھینک دو۔ پیچھے رحمت رہ جائے گی۔ضرورت کے لئے یا تعلیم کے لئے یا خبر پہنچانے کے لئے کہ اب محاذ پر کیا ہو رہا ہے یا کس جگہ کیا کام ہوا اُس کی اطلاع پہنچانے کے لئے یہ اُس زمرے میں نہیں آتی ہیں اور اس پر مجھے یاد نہیں اُس کتاب کا نام اس دور میں بہت بڑی تحقیق ہوئی اور بہت موٹی سی وہ کتاب ہے مجھے اُس کا نام یاد نہیں جو شخص زیادہ وضاحت چاہے کہیں اُسے میں نام تلاش کر دوں گا۔آپ اس موضوع کو پڑھ لیجئے۔

سوال۔ تصوف کے لئے اکل حلال شرط ہے جبکہ ہمارے ملک میں اکل حلال کا ملنا ناممکن ہے کچھ اس بارے رہنمائی فرمائیں۔

جواب۔ آپ ہمارے ملک میں کیوں کہتے ہیں آپ دنیا میں کیوں نہیں کہتے۔ ہمارے ملک سے آپ کی کیا مراد ہے۔باہر ساری دنیا میں اکل حلال ملتا ہے۔ ہمارے ملک میں کم از کم خنزیر تو نہیں کھایا جاتا۔حرام کا گوشت درآمد کر کے نہیں کھایا جاتا۔آپ عرب میں جا کر جو سارا گوشت کھاتے ہیں بازار میں وہ تو مغربی ممالک سے پیک ہو کر آتا ہے اور وہ مشینوں میں ''سلاٹل'' ہوا ہوتا ہے اُس پر کوئی تکبیر بھی نہیں پڑھتا۔آپ ہمارا ملک کہنا ذرا آسان بات ہے آپ پاکستان سے باہر نکل کر دیکھیں تو حلال کا تصور بھی مشکل ہو جاتا

ہے۔ یہ تو اللہ کا شکر ہے یہاں تو اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں کہ آپ حرام نہ کھانا چاہیں تو یہاں زبردستی کوئی نہیں کھلاتا۔ آپ سود نہ لینا چاہیں بنک والے سود نہیں دیتے۔ آپ بازار سے گوشت نہ خریدنا چاہیں کوئی مجبور نہیں کرتا۔ آپ بددیانتی نہ کریں دیانت داری سے مزدوری کریں آپ کو حرام زبردستی کوئی نہیں دیتا۔ یہاں تو ساری سہولتیں موجود ہیں یہاں تو حرام ہم زبردستی کھاتے ہیں دیانت داری سے اپنی ملازمت کریں۔ آپ اپنی تنخواہ لیتے ہیں تنخواہ لینے والے یا مزدوری کرنے والے کے لئے یہ شرط نہیں ہوتی کہ مزدوری دینے والے نے کہاں سے کمایا۔ وہ اُس کا مسئلہ ہے لینے والا جب اپنی مزدوری کر کے اجرت لیتا ہے تو اُس کے لئے وہ حلال ہوتی ہے خواہ دینے والے نے ڈاکہ مارا ہو وہ اُس کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام یہودیوں کے پاس مزدوری کر کے دن بھر کی اجرت لے آتے تھے کیا اُس وقت یہودی حلال کماتے تھے۔! دینے والا جو مزدوری یا تنخواہ دینے والا ہے اُس کا ذریعہ کیا ہے یہ اُس کا مسئلہ ہے جو مزدوری یا ملازمت کرتا ہے وہ دیانت داری سے اپنا کام کر کے اُس کے پیسے لیتا ہے تو اُس کے لئے حلال ہو جاتے ہیں تو جہاں انسانی وسائل کام چھوڑ دیں۔ کوئی صورت ممکن ہی نہ رہے وہاں آدمی مکلّف ہی نہیں رہتا۔ اُس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔

لا یکلفُ الله نفساً الا وسعھا . اگر کسی کے گرد حرام حرام حرام ہی پڑا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یا مر جاؤں گا یا کھانا پڑے گا تو جان بچانے کے لئے تو اُسے حرام کھانے کی بھی مردار کھانے کی بھی اجازت ہے۔ یعنی جب معاملہ آدمی کے دائرہ اختیار سے باہر ہو جائے ......! اب ہمارے بس میں نہیں ہے کہ ہم حکومت کے بنکوں کا نظام بدل دیں۔ ہمارے بس میں نہیں ہے کہ ہم معاشی سسٹم کو تبدیل کر دیں لیکن یہ ہمارے بس میں ہے کہ اُس سسٹم سے جو ہم لیتے ہیں وہ اپنا ہم جائز طریقے سے لیں۔ مجھے تیس سال ہو گئے ہیں یہاں اس کوئلے کا کاروبار کرتے ہوئے۔ اس میں شروع سے آج تک سارے جتنے یہ مائن اُونرز ہمارے ساتھی ہیں۔ آجکل جو کوئلہ نکل رہا ہے وہ پڑا ہے اُس پر بارشیں ہوتی رہیں وہ خراب ہو جاتا ہے پھر جب تازہ نکلے گا تو وہ زیادہ قیمت کے ساتھ بکتا ہے تو یہ اُس میں ملا دیتے ہیں اور اگر کسی کو دس ٹن کی گاڑی دینی ہے تو آٹھ ٹن نئے میں دو ٹن یہ پرانا ملا دیتے ہیں وہ اس قیمت میں بک جاتا ہے ہمیں تیس سال ہو گئے ہیں ہم نے کبھی نہیں ملایا ہم یہ پرانا پڑا ہوتا ہے وہ سستا دے دیتے ہیں جو نیا ہوتا ہے وہ اتنا زیادہ مہنگا دے دیتے ہیں۔ ہمارا اپنا مال ہے ہم کہتے ہیں ہم سے نیا بھی لے جاؤ پرانا بھی لے جاؤ۔ آگے تمہارا مال ہے کہیں جا کر ملاؤ یا نہ ملاؤ' یہاں نہیں۔ تیس سال ہو گئے ہیں اللہ کا شکر ہے ہمارا کام بھی چل رہا ہے۔ جو ملاتے ہیں اُن کا بھی چل رہا ہے وہ بھی دال روٹی کھا رہے ہیں ہم بھی کھا رہے ہیں۔ تھوڑا سا اہتمام کرنا ہی پڑتا ہے بغیر کوشش کئے تو کوئی کام نہیں ہوتا۔

سوال۔ ہمارے اُستاد کہتے ہیں کہ عرش ایک ہے نو نہیں ہیں اور قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ایک عرش کا ثبوت ہے؟

جواب۔ قرآن وحدیث کی رو سے تو نماز کی رکعتیں بھی ثابت نہیں۔ آپ اپنے اُستاد سے کہیں وہ نماز کی رکعتیں ثابت کر دیں میں نو عرش ثابت کر دوں گا۔

قرآن میں نماز پڑھنے کا ثبوت ہے رکعتیں ثابت نہیں۔ تو آپ قرآن سے رکعتیں ثابت کر دیں ہم نو عرش ثابت کر دیں گے جب آپ کے اُستاد کا تصوف موضوع ہی نہیں ہے تو اُس ایک میں بھی نو

ہو سکتے ہیں اور نو کا ایک بھی ہو سکتا ہے۔ آپ کے اُستاد کا جب یہ موضوع ہی نہیں ہے تو آپ اُس اُستاد سے کیوں پوچھتے ہیں جس کا جو موضوع نہیں ہے۔ آپ اُس اُستاد سے پوچھیں جو اِس فن کا ہے آپ موچی سے کپڑے سلوانے جائیں گے تو اُن میں کہیں جیب نہیں ہوگی کہیں وہ تنگ سیے جائیں گے کہیں زیادہ اُس سے جوتا سلوائیں کپڑے سینے والے درزی سے کپڑے سلوائیں۔

سوال۔ اولیا اللہ کے مناصب تفصیلاً بیان فرمائیں۔

جواب۔ جناب اتنی فرصت مجھے نہیں ہے اور میرا بیان کرنے کا کوئی موڈ بھی نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کی تفاصیل بتائی جائیں تو بے شمار مدعی پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو ہم اس موضوع کو اُس پر چھوڑ دیتے ہیں کہ جو دعویٰ کرے گا اُس سے پوچھ لیا جائے گا کہ تیرے پاس اس کی کیا دلیل ہے۔

سوال۔ ہر زمانے میں موجود رہنے والے رہنے اُوتاد' اختیار' ابرار' اقطاب کی تعداد کیا ہے؟

جواب۔ میرے بھائی! تمہیں اس سے کیا یہ ایسا نظام ہے جیسے فضا میں بادل تیرتے پھرتے ہیں۔ اب کسی بادل کو خبر ہو یا نہ ہو مجھے کہاں برسنا ہے اُسے برسنا ہے وہ یہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہوں میں کتنا پانی اٹھائے پھرتا ہوں وہ اٹھائے پھرتا ہے۔ ہوا کو یہ خبر ہو یا نہ ہو کہ مجھے آکسیجن کہاں پہنچانی ہے اُسے چلنا ہے اور جہاں اُسے پہنچانی ہے وہاں اُسے اللہ لے جاتا ہے۔ سورج کو یہ پتہ ہو یا نہ ہو کہ کتنی مخلوق میری روشنی اور تمازت کی منتظر ہے اُسے طلوع ہونا ہے۔ اپنے وقت پر روشنی بکھیرنی ہے اور چلے جانا ہے وہ نہیں جانتا کہ کیڑی نے انڈے بھی میری روشنی سے سیئے ہیں اور فصلوں نے بھی میری روشنی سے تمازت حاصل کی بادل بھی میری دھوپ کی وجہ سے بنے یا چل بھی میری وجہ سے۔ یہ وہ نہیں جانتا لیکن یہ وہ سارا کرتا ہے۔ یہ جو مناصب ہوتے ہیں اولیاء اللہ کے ان کی مثال بھی ایسی ہی ہوتی ہے کہ بعض وجودوں کے ساتھ اللہ بعض برکات وابستہ کر دیتا ہے اور اللہ کی قبولیت کا یہ اظہار ہوتا ہے کہ جس طرح سورج چاند ستارے اپنا اپنا کام کرتے ہیں اس طرح بعض انسانی وجود بھی زمین کے چاند سورج ستارے بن جاتے ہیں۔ اور جو برکات اُن کے وجود سے اللہ وابستہ فرماتا ہے خود انہیں بھی پتہ ہو یا نہ ہو وہ کام ہوتا رہتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ غوث کو پتہ ہو کہ میں غوث ہوں اور یہ بھی ضروری نہیں قطب کو پتہ ہو میں قطب ہوں یہ بھی ضروری نہیں کہ اُسے نہ پتہ ہو یہ بھی ضروری نہیں کہ اُسے پتہ ہو۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی صاحب منصب ہوتا ہے اور خود اُسے پتہ نہیں ہوتا لیکن اُس کے وجود سے جو برکات وابستہ ہیں وہ زمانے میں اپنا اثر دکھاتی رہتی ہیں۔ اس لئے نہ ان کی تفصیل کی ضرورت ہے نہ میں بیان کرتا ہوں اور نہ ہی بیان کرنے سے کسی کو بات یہ سمجھ میں آتی ہے یہ کیفیات ہوتی ہیں اور کیفیات جن پر بیتتی ہیں وہ جانتے ہیں۔

سوال۔ حضرت سلطان باھوؒ کا ایک شعر ہے۔

''غوث قطب اورے اور یرے عاشق جان اگیرے ہو''

اس شعر کی وضاحت فرمائیں۔

جواب۔ سلطان صاحبؒ نہ غوث تھے نہ قطب تھے نہ ابدال تھے سالک المجذوبی کی آخری منزل میں اب بھی کھڑے ہوئے ملتے ہیں تو انہیں تو میرے خیال میں اس بات میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں۔ بزرگوں کی جتنی یہ کتابیں ہیں ان میں بعد والوں نے اپنے شعر داخل کئے ہیں۔ اور سلطان صاحبؒ کے ساتھ تو یہ زیادتی ہوتی

ہے کہ جس کا جی چاہے جو کہہ کے آگے ''ہو'' لگا دیتا ہے اُن کے کھاتے میں ڈال دیتا ہے۔ کوئی بھی ولی اللہ کسی بھی دوسرے ولی کے لئے توہین آمیز یا ہتک آمیز رویہ اختیار نہیں کرتا۔ وہ اُس سے چھوٹا ہو یا بڑا۔ درجات تو من جانب اللہ ہوتے ہیں لیکن قاعدہ یہ ہے کہ کوئی نبی کسی دوسرے نبی کے لئے آپ کسی نبی کی زبان سے کسی دوسرے نبی کے حق میں کوئی ایسا لفظ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنیں گے کہ وہ اُس کی عزت کی کمی کی طرف یا اُس کی کمزوری کی طرف اشارہ کرتا ہو کبھی نہیں سنیں گے۔ اللہ کریم نے خود یہ اسلوب نہیں اپنایا۔ انبیاء علیھم السلام میں فضائل ہیں تو فرمایا۔

تلکَ الرسُلُ فضلنا بعضھُم علیٰ بعضٍ. بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی یہ نہیں فرمایا کہ بعض بعض سے کم ہیں مفہوم وہی ہے کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ جب بعض کو فضیلت ہوگئی تو دوسرے بعض اُن سے درجات میں کم ہوں گے مفہوم وہی ہے لیکن الفاظ وہ نہیں فرمائے۔ جیسے ماں کو کوئی یہ نہیں کہتا کہ ''میرے باپ کی رن'' کوئی کہتا ہے؟ ماں ہی کہتا ہے لیکن اگر وہ کہہ دے میرے باپ کی بیوی ہے تو تو اس میں جھوٹ تو کوئی نہیں کہتا۔ انسان جو باضمیر با ہوش ہوگا وہ نہیں کہتا۔ اس طرح اہل اللہ کا جب ذکر کیا جاتا ہے یا اللہ کے نیک بندوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کی شان میں کمی کا انداز اختیار کرنا شرعاً حرام ہے اور کوئی ولی اللہ اُس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اس قسم کی خرافات جو مثنوی مولانا روم میں ملتی ہیں اور اس طرح کی بہت بڑی بڑی کتابوں میں ملتی ہیں بعض خرافات یہ بعد کے لوگوں کی ملائی ہوئی ہیں اور جہاں تک سلطان صاحب کا تعلق ہے تو اُن کا تو مسئلہ ہی الگ ہے جس کے جی میں جو آیا اُس نے کہہ کر آگے ''ھو'' لگا دیا اور اُن کے کھاتے میں ڈال دیا۔ ان باتوں میں صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ کسی بات میں ادب و احترام اور نیکی کی بات ہو تو خواہ کسی نے کہی ہے اچھی ہے کوئی بھی غلط بات کسی بڑی سے بڑی ہستی کی طرف منسوب کردی جائے تو یہ دیکھ لیا جائے کہ کسی کہنے والے نے کہہ دی ہوگی۔ کم از کم اہل اللہ کے ساتھ تو بندہ حسن ظن تک تو رکھے کہ انہوں نے ایسا نہیں کہا ہوگا عام مسلمان کے ساتھ بھی حسن ظن رکھنے کا حکم ہے اور پھر یہ اہل اللہ کا گروہ جو ہوتا ہے یہ بہت عجیب لوگ ہوتے ہیں اور ان کا بڑا عجیب رشتہ ہوتا ہے رب کریم کے ساتھ یہ بندوں کے حیا کے لئے نہیں اللہ کا حیا کرتے ہوئے ان ساری چیزوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

و آخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العلمین

قارئین المرشد متوجہ ہوں!

جو احباب ماہنامہ المرشد کے سالانہ خریدار بننا چاہیں وہ بذریعہ منی آرڈر درج ذیل ایڈریس پر مبلغ =/250 روپے روانہ کریں۔

دفتر ماہنامہ المرشد

اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ڈاکخانہ جوہر ٹاؤن لاہور

فون 042-5182727 موبائل 0333-4366973

(نوٹ) درج بالا ایڈریس کے علاوہ کسی اور جگہ روپے بھجوانے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

انتخاب المرشد سے
بعثت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 02-05-2004

خطاب بر موقع پہلا سالانہ جلسہ بعثت رحمت عالم ﷺ

02 اپریل 2004ء دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم٥

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ٥ و کفیٰ باللہ شھیدا٥

مہمانانِ گرامی، حضرات علمائے کرام، مشائخ عظام اور میرے عزیز ساتھیو! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

ہمارا یہ اجتماع اور یہ پروگرام کم از کم پاکستان کی چھپن سالہ تاریخ سے ذرہ ہٹ کر اور الگ سا ہے۔ ربیع الاول جب بھی آتا ہے محافل میلاد منعقد کی جاتی ہیں اور ہر قریہ، ہر گاؤں، ہر شہر بڑے جوش، بڑے پیار، بڑی محبت، بڑے زور و شور سے میلاد شریف کی مجالس منعقد کرتا ہے۔ ہم نے اس میں ایک نئی طرح ڈال دی اور اس جلسے کو میلاد شریف کی بجائے بعثت رحمت عالم ﷺ کا نام دیا...... آخر کیوں؟

میں نے اپنی مختصر زندگی میں جس طرح مسلمان کو زمانے میں دیکھا ہے یقیناً آپ بھی میرے ساتھ عالم اسلام کو دیکھ رہے ہیں۔ بے پناہ جذبے، بے پناہ خوشیاں، بے پناہ مسرتیں تھیں جب پاکستان بنا۔ لوگوں کو گھر چھوٹنے کی فکر نہیں تھی، مالی اسباب، جائیدادیں، چھوڑ کر آنے والوں کو اُس کا دکھ نہیں تھا۔ یہاں پر رہنے والوں کو کوئی یہ فکر نہیں تھی کہ اتنے لوگ اُدھر سے آرہے ہیں کھیتیاں وہی ہیں، غلہ وہی ہے، کیا کھائیں گے؟ کیا ہوگا؟ یہ ساری چیزیں فراموش کر کے ہر کوئی اس ایک بات پر اتنا خوش تھا کہ دین حق کے نام پر ہمیں ایک ریاست میسر آگئی۔ ہم نے گزشتہ چھپن سالوں میں پاکستان کی تاریخ میں یہ بات دیکھی ہے اور آپ غور فرمائیں تو آپ کو یہ بڑا بہت بڑا سچ لگے گی کہ چھپن سال کے آنے والے نئے سورج نے ہمیں اسلام اور اسلامی فلسفہ حیات سے دور ہوتے دیکھا۔ جو بات کل تھی وہ آج نہیں ہے۔ کیا کبھی کسی نے یہ سوچا بھی تھا؟ مجھے شکوہ یہ رہتا تھا کہ جو تاریخ ہمارے نصاب میں پڑھائی جاتی ہے اُسے انگریزوں نے اس طرح مرتب کرایا کہ مسلمان حکمرانوں کے کردار مسخ کر دیئے۔ انہیں ظالم لکھا اور راجپوت لٹیروں کو بہادر لکھا۔ اور دکھ اس بات کا ہوتا تھا کہ آزادی کے بعد بھی ہم وہی تاریخ کیوں پڑھا رہے ہیں؟ اس پر تحقیق کیوں نہیں ہوتی اور سچ کیوں نہیں لکھا جاتا؟ سچ کیوں نہیں سامنے لایا جاتا؟ لیکن کیا کبھی آج سے پہلے کسی کے دل میں یہ خطرہ بھی گزرا تھا کہ بچوں کے نصاب تعلیم سے دینیات کو خارج کر دیا جائے گا۔ کبھی کسی نے یہ سوچا بھی تھا ہم اتنے دور چلے جائیں گے۔ ہم اتنی پستی میں چلے جائیں گے یعنی ہر آنے والا دن ہمارا دینی اعتبار سے پستی کا دن ثابت ہو رہا ہے۔ جبکہ اتنے میلاد ہوتے ہیں، اتنے ذکر ہوتے ہیں، اتنی نعتیں پڑھی جاتی ہیں، اتنے صدقے اتارے جاتے ہیں، اتنی دیگیں پکتی ہیں۔ اس میلاد کی ایک تاریخ ہے اور میں اس کے تین زمانوں کو جانتا ہوں جو میرے سامنے ہوئے ہیں۔ جب ہم چھوٹے تھے تو ہم جلسہ میلاد نبوی ﷺ دیکھا کرتے تھے۔ مساجد کو آراستہ کیا جاتا تھا۔ خوبصورت سٹیج بنتے تھے۔ اُن پر ریشمی چادریں بچھائی جاتی تھیں۔ علماء و مشائخ تشریف لاتے تھے۔ بڑے بڑے حضرات جلوہ افروز ہوتے تھے۔ لوگ مودب ہو کر باوضو ہو کر بیٹھتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی برکات کا آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا تذکرہ ہوتا تھا۔ یہ ہوتا تھا جلسہ میلاد النبی ﷺ۔ زمانے نے کروٹ لی۔ جلسے سے جلوس بن گیا۔ یہ اس کا دوسرا حصہ ہے جو ان گناہگار آنکھوں نے دیکھا۔ اب کیا تھا؟ جی مسجد

جانے کے لئے یا مسجد تک پہنچنے کے لئے پہلے کسی حویلی میں، کسی بارہ دری میں، کسی دارے پر، کسی بیٹھک پر، جمع ہوا جائے پھر وہاں سے جلوس کی صورت جائیں گے مسجد ہی لیکن جلوس جائیگا۔ اب وہ بیٹھک ڈیوڑھی سے نکل کر جلوس بازار تک جا پہنچا۔ مسجد جانے کی بجائے چوک میں رُک گیا۔ پھر ہماری تسلی نہ ہوئی کہ مسجد میں پابندیاں تھیں۔ پھر جلوس میں بھی کچھ حدود وقیود تھیں۔ ہم نے اُسے جشن میلاد النبی ﷺ بنا دیا جشن ایک۔ وسیع تر لفظ ہے اور اُس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ جتنے لوگ وہاں جمع ہیں جس طرح کوئی چاہے اپنی خوشی کا اظہار کرے۔ کوئی نعت کہہ کر کرتا ہے، کوئی گا کر کرتا ہے، کوئی شمع جلا کر کرتا ہے، کوئی اچھلتا کودتا ہے، جو جس کا جی چاہے کرے۔ اب آپ نے دیکھا کہ جشن میلاد میں کوئی ٹریکٹر پہ مائیک لگائے ہوئے ہے، سپیکر لگائے ہوئے ہے، کوئی ریڑھے پہ، کوئی اونٹ پہ، بیٹھا ہے کوئی گھوڑے پہ، کوئی کسی نے لباس عجیب سا پہن رکھا ہے، کوئی نعت پڑھ رہا ہے۔ کوئی پیسے دے رہا ہے۔ کوئی پیسے مانگ رہا ہے۔ ایک عالم ہاؤ ہو کوئی کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ نہ جانے ہماری غفلت اس کے بعد ہمیں کہاں لے جائے گی؟

جب کہ حالت یہ ہے کہ ذکر رسول اللہ ﷺ کائنات کے ایک ایک لمحے میں خالق کائنات نے رچا بسا دیا ہے۔ آپ اگر آج کے اس دور میں کمپیوٹر پہ زمین کی حرکت کا ملاحظہ فرمائیں تو جوں جوں زمین پہ وقت آگے بڑھتا ہے۔ رات اور دن جوں جوں حرکت کرتے ہیں تو ہر لمحے کسی نہ کسی خطے میں آواز آ رہی ہوتی ہے۔ اشھدُ ان لا الـٰه الا اللّٰه، اشھد ان محمد رسول اللّٰه ٥ کوئی لمحہ شب و روز کا ایسا نہیں ہے جس لمحے زمین کے کسی نہ کسی حصے پر اذانیں نہ ہو رہی ہوں۔

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
ذکر اونچا ہے تیرا، بول ہے بالا تیرا

اللہ جس پر مسلسل درود بھیجتا ہے۔ فرشتے جس کا ذکر خیر ہر لمحہ کرتے ہیں۔

ان اللّٰہ وملٰئکتہٗ یصلّون علی النبی ٥ ہمیں تو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ تمہارا محتاج نہیں ہے، نہ اُس کی یاد تمہاری محتاج ہے، نہ اُس کا ذکر تمہارا محتاج ہے، تم محتاج ہو اُس کے ذکر خیر کے اپنے آپ کو اُن میں شامل کر لو۔ ہم نے ذکر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کر کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر احسان نہیں کرنا۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی
منت ازو بداں کہ بخدمت گذاشتیم

احسان نہیں ہے کہ تو بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے یہ تو بادشاہ کا احسان ہے کہ تجھے خدمت کے لئے پسند کر لیا۔ ہم نے ذکر کر کے احسان نہیں کرنا، احسان اُن کا ہے کہ ہمیں توفیق ذکر ارزاں ہو گئی لیکن ہم ذکر کہاں سے شروع کریں؟ میں نے بڑا سوچا۔ میں روزانہ متعدد اخبار پڑھتا ہوں۔ میں روزانہ متعدد چینل خبروں کے دیکھتا ہوں۔ میں خود کو دنیا کے حالات سے باخبر رکھنے کی بھرپور کوشش کرتا ہوں۔ میں مسلمانوں کو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ذبح ہوتے کٹتے بسمل کی طرح تڑپتے دیکھتا رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے کیا اس کے لئے کوئی رکاوٹ کھڑی کی جا سکتی ہے؟ بڑی بڑی طاقتیں دنیا میں تھیں۔ پہلے روس تھا اور یہ کہا گیا کہ روس کے قدم جہاں ٹکتے ہیں وہاں سے واپس نہیں جاتے۔ اب وہ جملہ امریکہ کے لئے بولا جا رہا ہے کہ جی امریکہ اتنی سُپر پاورز ہے کہ اُسے روکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن کیا یہ سپر پاورز دنیوی آج ہی ہیں؟ کیا قیصر سپر پاور نہ تھی؟ کیا خسرو پرویز سُپر پاورز نہیں تھا؟ کیا دنیا میں اس سے پہلے سپر پاورز نہیں تھیں؟ کیا وہ ظلم نہیں کرتے تھے، کیا وہ ریاستوں کی ریاستیں ہڑپ نہیں کر جاتے تھے؟ کیا رومن ایمپائر سپر پاورز نہیں تھی؟ کیا وہاں امراء اپنے کو خوش کرنے کے لئے اور خوش طبعی کے لئے انسانوں پر بھوکے درندے چھوڑ کر تماشا نہیں دیکھا کرتے تھے؟ ان ساری سپر پاورز اور ان کے مظالم اور ان کی دہشت گردی اور ان کی بدمعاشی کو کسی دیوار نے روکا۔ وہ کونسی طاقت تھی جو ان کے سامنے آ گئی؟ وہ کیا نکتہ تھا جس نے انسان مزاج بدل ڈالا؟ وہ کیا نکتہ تھا جس نے افراد کی سوچ بدل ڈالی؟ وہ کیا نکتہ تھا جس نے شہنشاہوں کو گردنوں سے پکڑ کر، اُتار کر، عوام کی صف میں بٹھا دیا؟ جس نے گردنیں جابر سلاطین کے دربار سے اٹھا کر الٰہ العلمین کی

بارگاہ میں جھکا دیں۔ میری ساری کاوش' میری ساری محنت' میرا سارا مجاہدہ' میری ساری سوچ' مجھے ایک جواب دے سکی کہ یہ سارا انقلاب ہے بعثت محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ آپ ولادت کی بات کرتے ہو ولادت پر تو کافروں کو بھی فائدہ پہنچا۔ کیا آپ ﷺ نے فرمایا نہیں کہ میرے زمین پر قدم رکھنے سے کفار پر جو اجتماعی عذاب نازل ہوتے تھے اور قوموں کی قومیں غرق ہو جاتی تھیں وہ اللہ نے بند کر دیے۔ کیا کافروں کو تھوڑا فائدہ پہنچا۔ قدم مبارک زمین پہ رکھا ساری زمین **وجعلنی الارض مسجداً وطھوراً**۔ ساری زمین مسجد ہوگئی۔ زمین کو تھوڑا فائدہ پہنچا۔ پانی میں پاک کرنے کی طاقت تھی فرمایا میں نے زمین پہ قدم رکھا اللہ نے مٹی کو یہ تاثیر دے دی پانی سے وضو کرو تو جسم پاک ہو جاتا ہے۔ جلد پاک ہوتی ہے۔ تیمّم کیا جائے اگر ضرورت تیمّم کی پڑ جائے۔ پانی میسر نہ ہو یا کوئی بیماری ہو تو تیمّم کیا جائے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں ہڈیاں اُن کا گودا تک پاک ہو جاتا ہے۔ مٹی کو بھی یہ فضیلت مل گئی حضور ﷺ کے قدم رکھنے سے۔

لاغر سانڈھنی پہ آپ ﷺ کو بٹھایا گیا تو وہ جوانوں سے تیز ہوگئی۔ دودھ خشک ہو چلا تھا نہریں جاری ہو گئیں۔ آپ کیا کیا گنیں گے؟ یثرب ایک ایسا نام ہے جس کا ترجمہ کیا جائے تو دارالبلاء درست ہے۔ ایک خاص قسم کا مرض ہوتا تھا' جو وہاں جاتا اُس کا شکار ہو جاتا۔ یثرب کو مدینہ کس نے بنا دیا؟ جہاں دنیا کا ہر فرد جا کر بیمار ہوتا تھا بیماران جہاں قیامت تک وہاں سے شفا پاتے چلے جائیں گے۔ آپ ﷺ شفا لے کے آئے۔ پھر ذکر نبی ﷺ ذکر نبی ﷺ ہے۔ تیری میری بات ہی کیا ہے؟ ہماری تو وہاں اوقات کیا ہے؟ حیثیت کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے۔

میں اگلے دن دیکھ رہا تھا ایک امریکی نو مسلم ایمان کی وضاحت کر رہا ہے۔ اُس نے اپنی اُس تصنیف میں دیا ہے۔ وہ **The Faith** ایمان کیا ہے؟ بڑی خوبصورت بات اُس نے کی میں نہیں چاہتا کہ میں اُس بات کو اپنی بات بنا کر آپ پر رُعب ڈالوں۔ جب اُس کی بات ہے اُس کی بات کر رہا ہوں۔ وہ کہتا ہے ایمان یہ ہے کہ فرد کی سوچوں سے لیکر کردار تک کو ایک خاص سانچے میں ڈھال دینا۔ یار میں حیران رہ گیا کہ ہم تو یہ بتاتے ہیں کہ ایمان ہے۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ﷺ۔ مسلمان ہو گیا۔ بات ختم ہوگئی۔ وہ کہتا ہے نہیں یہ دو جملے نہیں ہیں۔ یہ تیشہ ہے۔ یہ لا ایک تلوار ہے۔ لا الہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں' چلو اُس نے خاتمہ ہی کر دیا۔ کوئی بھی اس قابل نہیں کہ اُس کی عبادت کی جائے۔ اسلام ایسا رنگ نہیں ہے کہ جو گھٹڑی' جو پوٹلی' باندھی ہوئی ہے اُس پہ ایک سبز ہرا برش پھیر دو تو اسلام ہو گیا فرمایا نہیں۔ پہلے سب کچھ خالی کر دو۔ یہ ایک ایسا سانچا ہے کہ پہلی ساری شکل کو مٹی کی طرح گوندھ کر پہلے اُس کا چھکڑا بنا ہوا تھا' اونٹ بنا ہوا تھا' بیل' اُسے توڑ پھوڑ کر نیا پانی ڈال کر گوندھ کے پھر مٹی بنا لیتا ہے یہ کچھ بھی نہیں۔ اب اُس کی خود ایک صورت گری کرتا ہے۔ لا الہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں' جب کوئی نہیں رہا تو اب دیکھو وہ کہتا ہے **الا اللہ** مگر اللہ ہے۔ کوئی شراکت' کوئی بھجوالی' کوئی سنجھوالی' کوئی لین دین' کچھ نہیں جو کچھ تھا لوحِ قلب پر مٹا دو۔ بچے تختی دھوتے ہیں پھر اُس سے سیاہی نہیں جاتی پھر اُس پہ سفید مٹی چڑھاتے ہیں ہمارے زمانے میں تو ایسا تھا۔ سکولوں میں لکڑی کی تختیاں ہوتی تھیں جن پر ہم نے پڑھا' پھر اُن پر ہم سفید مٹی لیپ دیتے تھے تاکہ سیاہی کا داغ بھی نیچے چھپ جائے۔ اسلام اس لیپا پوتی کو بھی نہیں مانتا۔ وہ کہتا ہے اس پہ رندا چلاؤ تاکہ خالص نکل آئے۔ سیاہی کا نام و نشان نہ رہے۔ ہر فلسفہ ایجاب سے شروع ہوتا ہے کہ اس بات کو مانو۔ فلسفہ اسلام انکار سے شروع ہوتا ہے۔ واحد فلسفہ ہے کہ ہر چیز کا انکار کر دو' چھوڑ دو' کچھ بھی نہیں ہے جب تمہارا دل خالی ہو جائے تو پھر کہو کہ اللہ۔ یہ اللہ تک کیسے پہنچا جائے؟ محمد رسول اللہ ﷺ۔ وہ مغربی مفکر جو نو مسلم ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایمان ایک ایسا فلسفہ ہے جو انسانی سوچوں سے لیکر اُس کے کردار تک کو ایک خاص شکل میں کانٹ چھانٹ کر تراش دیتا ہے۔

جب ایمان آتا ہے تو چور عادل بن جاتا ہے۔ جاہل عالم بن جاتا ہے۔ بددیانت امانت دار بن جاتا ہے۔ شرابی پارسا ہو جاتا ہے اور ڈاکو مخیّر ہو جاتے ہیں۔ کیا قوم ملی تھی آقائے نامدار ﷺ کو اور کیا کردار تھا؟ کس سے چھپا ہوا ہے؟ دنیا میں جتنے جرائم مختلف قوموں' مختلف افراد' مختلف

اقوام اور ممالک میں الگ الگ پائے جاتے تھے چونکہ اہل عرب پوری دنیا میں تجارتی سفر کرتے تھے تو وہ سارا کچھ وہاں آ کر جمع ہو گیا تھا۔ لیکن اس فلسفہ ایمان نے جو بعثت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دیا۔ اُس نے کیا بنا دیئے کہ فارس کے ساتھ گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے۔ امیر لشکر معذور ہیں مکان کی چھت پر بیٹھ کر وہاں سے لڑا رہے ہیں۔ لشکر کو اور ایک سپاہی دوڑا ہوا آتا ہے بھاگتا ہانپتا آتا ہے اور اُس کے پاس ایک ایرانی شہزادے کا تاج ہے۔ جس میں کروڑوں اربوں روپے کے ہیرے اور جواہرات لگے ہوئے ہیں۔ وہ کہتا ہے یا امیر یہ شہزادہ میرے ہاتھوں مارا گیا اور میں سمجھا یہ اس کا بہت قیمتی تاج ہے اور گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے آ کر تباہ ہو جائے گا تو میں یہ رکھنے آیا ہوں مال غنیمت میں داخل کر لیجئے اور واپس دوڑا کہ میں لیٹ ہو رہا ہوں اپنے فرض سے میں لڑائی میں شریک ہوں۔ انہوں نے روکا انہوں نے پوچھا۔ اپنا نام تو بتاتے جاؤ۔ اُس نے کہا جس کے لئے میں لڑ رہا ہوں وہ مجھے جانتا ہے۔ نام بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ جس کے لئے میں یہ مال غنیمت میں جمع کرا رہا ہوں وہ مجھے جانتا ہے۔ یہ ہے وہ فلسفہ جو بعثت محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا۔

میدان بدر آراستہ ہے ایک طرف تین سو تیرہ بندے ہیں۔ جن میں کچھ بچے ہیں، کچھ بوڑھے ہیں، چند نوجوان ہیں، چند تلواریں، گنتی کے گھوڑے، کھانے کو پانچ پانچ کھجوریں، گنتی کے تیر کمان، اسلحہ بھی نہیں ہے۔ افرادی کمی بھی ہے۔ دوسری طرف ایک ہزار سے زائد کا لشکر جرار اور مکہ مکرمہ کے چنے اور مانے ہوئے جنگجو اور بہادر لوگ۔ کمال ہے تین سو تیرہ آدمیوں نے انہیں قتل بھی کیا اور اُن کے سرداروں کو قیدی بھی بنایا اور شکست فاش دی۔ وجہ کیا تھی؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صفیں بنوائیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک تیر تھا۔ اُس کی نوک اپنی طرف کر کے اُس کی چھڑی سے تم آگے ہو جاؤ، تم پیچھے ہو جاؤ، آپ ﷺ صفیں بنواتے جا رہے تھے۔ صفیں مکمل کرا کے ایک چھوٹا سا جھونپڑا۔ بدر میں سے کانے گھاس کاٹ کر بنایا گیا عریش بدر۔ اُس میں آپ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ایک عجیب بات کہی اور یہ بات اصدق الصادقین ﷺ کہہ رہے ہیں۔

''اے اللہ! میں سارے کا سارا اسلام لے آیا ہوں'' بھئی لائے تو آپ ﷺ تین سو تیرہ مجاہد اپنے ساتھ لیکن آپ ﷺ فرماتے کیا ہیں یہ فرد نہیں ہیں، افراد نہیں ہیں، یہ بندے نہیں ہیں، یہ نرا گوشت اور پوست نہیں ہے، انہیں ایمان کا نسخہ ملا ہے اور یہ سارے کے سارے ڈھل کر اسلام بن گئے۔ سونا تو سونا ہی ہوتا ہے لیکن جوہری جب ڈھالتا ہے تو اُس سے کیسے عجیب زیورات بن جاتے ہیں۔ وہ کہاں کہاں پہنچتے ہیں؟ کس کس گلے کی زینت بنتے ہیں افراد تو تھے اور کمال ہے کاریگر کا کہ یہ سونا تو نہیں تھا یہ تو سکہ بھی نہیں تھا۔

مس خام کو جس نے کندن بنایا

یعنی یہ افراد کوئی سُدھرے ہوئے، سُلجھے ہوئے لوگ نہیں تھے۔ یہ تو ان میں سے ہر ایک اپنی خدائی کا قائل تھا۔ بعثت محمد رسول اللہ ﷺ نے جو نقطہ ایمان دیا اُس نے افراد کو فلسفے میں ڈھال دیا۔ گوشت پوست کا انسان ایک فلاسفی بن گیا کہ یہ اسلام ہے۔

حضرات میں نے بعثت رحمت عالم ﷺ کا جلسہ اس لئے اکٹھا کیا ہے کہ میں نے یہ سوچا ہے کہ عراق سے لیکر مشرق بعید تک، افغانستان ہو، کشمیر ہو، فلسطین ہو، الجزائر ہو، شیشان ہو، یا کوسوو، مسلمان کے درد کا علاج آج بھی وہی ہے سُپر طاقتوں کو جواب آج بھی وہی ہے جو روز اول محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا اور وہ ایمان ہے۔ آج بھی اگر ہم ایمان کو رسم کی بجائے وہ سانچہ سمجھ لیں جس میں ہمیں ڈھلنا ہے۔ لا الہ کہنے کے بعد اپنا نفع نقصان اُس ذات سے وابستہ کریں۔ الا اللہ کہنے کے بعد یہ گردن ایک ہستی کے آگے خم ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ کہنے کے بعد سوچ ختم ہو جائے۔ فکر ختم ہو جائے۔ ضرورت ایک بات کی ہو کہ حکم کیا ہے؟ ہم اپنی دانش پہ رہے تو مار کھاتے رہیں گے ہم اپنی فکر پہ رہے تو الجھتے رہیں گے۔ یہ کس نے طریقے سکھا دیئے تھے عرب کے اُن لوگوں کو جنہیں لوگ جاہل کہتے ہیں، انپڑھ کہتے ہیں، انہیں کس نے سکھا دیا کہ پوری دنیا کو روئے زمین کو انہوں نے تہذیب سے آشنا کیا۔ کس یونیورسٹی میں گئے تھے؟ کس کالج میں گئے

تھے؟ کہیں کورس کیا تھا؟ کیسی عجیب بات ہے بھئی ایک آدمی بکریوں کا ریوڑ چھوڑ کر آتا ہے۔ شام کو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوتا ہے۔ کلمہ پڑھتا ہے۔ اب ایمان کا کمال دیکھو یہ کیسا مرکب ہے؟ یہ کیسا نسخہ ہے؟ اُس میں صلاحیت تو اللہ نے ڈالی تھی لیکن اُن صلاحیتوں کو زنگ لگ چکا تھا۔ وہ محض ایک چرواہا تھا۔ آپ ﷺ کی نگاہ نے بھانپ لیا۔ نگاہ مصطفوی ﷺ نے سارا زنگ اتار دیا اور صبح جو لشکر جا رہا تھا آقا نے اُس کو جرنیل بنا دیا۔ کمال ہے شام کو ایک چرواہا آیا صبح کو جرنیل، چرواہا کیوں تھا؟ اپنے فلسفوں نے، اپنی عقل وخرد نے، اپنی سوچوں نے، اُس کو زنگ خوردہ کر کے ناکارہ کر دیا۔ نگاہ مصطفوی ﷺ پڑی سارا زنگ اُتر گیا۔ نسخہ ایمان برتا گیا اُس سانچے میں ڈھلا۔ خداداد صلاحیتیں ابھر آئیں اور وہ جرنیل بن گیا۔ ہم جرنیل بناتے ہیں بچپن سے لیکر ایک شخص پرائمری، مڈل، ہائی پھر کالج پھر ملٹری کالج پھر جرنیل بننے تک دنیا بھر کے مختلف اداروں میں وہ کورسز کرتا رہتا ہے اور بھنویں سفید ہونے کے بعد جا کر جرنیل بنتا ہے۔ کتنے جرنیل ہوتے ہیں ہمارے جنہیں ہم کامیاب جرنیل کہتے ہیں؟ کتنے جرنیل ہیں جنہیں آج جرنیل ہونے کے باوجود دنیا جانتی ہے بہت کم۔ کتنے ہیں جو ریٹائرڈ ہو گئے ہیں اور انہیں کسی کونے میں تاریخ کے کسی ورق پر کوئی جگہ ملی ہو لیکن جو جرنیل محمد رسول اللہ ﷺ نے بنائے تاریخ کو کہو جرات کرے اور انہیں بھلا کر دکھائے، اُن کے بغیر تو انسانیت کا ذکر پورا نہیں ہوتا یہ کیسے بن گئے؟ یہ تبدیلی ہوئی فلسفہ ایمان سے جو عطا ہے بعثت محمد رسول اللہ ﷺ سے۔

اس لئے میں نے ادنیٰ سی کوشش کی کہ قوم کو اہل وطن کو یہ یاد دلایا جائے کہ ذکر مصطفےٰ ﷺ ہمارا محتاج نہیں ہے ذکر مصطفیٰ ﷺ ہر ذرے، ہر بستی، ہر نگر، ہر ملک، ہر دیس اور ہر لمحے ہو رہا ہے ہماری ضرورت یہ ہے کہ ہم خود کو غلامان مصطفےٰ ﷺ کے سانچے میں ڈھالیں۔ ہم خود کو ایمان کے اُس لمحے پہ حاضر کریں۔ یہ نقطہ ایمان ہے جو دنیوی موت وحیات سے بندے کو بالاتر لے جاتا ہے۔ اور بندہ مر کر بھی نہیں مرتا۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات ٥ کتنا عجیب ارشاد ہے باری تعالیٰ کا۔ قتل کا فعل تو وجود پر وارد ہوتا ہے۔ پرخچے اڑ گئے، کسی کو گولہ لگا، کوئی تلوار سے مر گیا، گولی سے کوئی آگ میں جل گیا۔ بھسم ہو گیا، پرخچے اُڑ گئے، ٹکڑے اکٹھے کر کے کفن میں باندھ کر دفن کیا۔ اب حکم ہوتا ہے اسے مردہ مت کہو۔ چلو نہیں کہیں گے لیکن سوچوں میں تو آئے گا بیچارہ مر گیا۔ فرمایا۔ **ولا تحسبن الذین قتلو فی سبیل اللّٰہ امواتاً** خبردار! یہ سوچنا بھی نہیں یا اللہ کیوں فرمایا۔ **بل احیاء** حقیقی زندگی تو انہی کو ملی ہے، کیا ہوا کہ انہوں نے لباس کا سانچہ بدل لیا؟ اُن کی زندگی کو موت نہیں چھو سکتی اصل زندگی تو ملی ہی انہیں ہے...... کیوں؟

اس فلسفہ ایمان نے ڈھال کر انہیں موت وحیات کی کشمکش سے بلند کر دیا۔ وہاں موت کا گزر نہیں مادیات کا گزر نہیں۔ فلسفے اور مادے میں کتنا فرق ہے؟ فلاسفی اور مادے میں کتنا فرق ہے؟ جب فرد فلاسفی بن جائے تو مادہ اُس پہ کیا اثر کرے گا؟ مادی تبدیلی اُس کا کیا بگاڑ لے گی؟ تو بعثت رحمت عالم ﷺ وہ نقطہ ہے جس نے ہمیں ایمان عطا کیا اور ایمان وہ سانچہ ہے جو فرد کو جو کچھ وہ پہلے تھا اُس سے مٹا کر ایک نیا انسان بنا دیتا ہے۔ جو زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کا قاصد اور اللہ کا بندہ اور اللہ کا سپاہی ثابت ہوتا ہے۔ جس طرح کوئی فوجی سویلین کپڑے پہن کر فوج کا سپاہی بازار میں جا رہا ہو۔ ہم دیکھ لیتے ہیں یہ فوجی ہے۔ اُس کے بالوں کا کٹ ہی الگ ہے، بات کرنے کا انداز ہی الگ ہے، چلنے کا طریقہ ہی الگ ہے، بازار میں اپنے سول کپڑوں میں بھی جا رہا ہے تو بھی اُس کی ٹانگوں کی اکڑ باقی ہے، چلنے کا ایک انداز اور سینہ تنا ہوا ہے، پتہ چل جاتا ہے کہ یہ فوجی ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ جو فلسفہ ایمان اور ایمان کے سانچے میں ڈھلتا ہے وہ حزب اللہ ہے۔ وہ میرا فوجی ہے جہاں جائے پتہ چلنا چاہئے کہ یہ فوجی ہے۔ جس رنگ میں ہو، جس حال میں ہو، جس بازار میں ہو، پھر ایمان کے بعد ہم نے آج کے زمانے میں اسلام کو عبادات تک ہی محدود کر دیا ہے۔ بہت بڑی بات ہے۔

کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تُو نے

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات وہ ذات ہے۔ جس نے مشت غبار کو صرف اللہ سے ہم سخن نہیں کیا بلکہ اس میں وہ شعور پیدا کر دیا کہ یہ اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ کئے بیٹھا ہے یہ وصال باری یہ جمال باری

کا طالب ہوا بیٹھا ہے۔ ارے دیکھو! اس مشت غبار کی جرات لیکن کیا وصال باری عبادات میں ہے۔ یہاں ہم سے آج اس زمانے میں تھوڑی سی بھول ہوگئی عبادات کس لئے ہیں نماز' روزہ' حج وزکوٰۃ' یہ سارے فرائض کس لئے ہیں کہ ایک فرد کو سانچہ ایمان میں ڈھالنے کیلئے پورا پورا فٹ کرنے کے لئے۔ جتنے سجدے کئے جاؤ آپ کی ذات میں تبدیلی لائیں گے۔ جتنی تسبیحات پڑھتے جاؤ آپ کی ذات میں تبدیلی لائیں گی۔ جتنی تلاوت کرتے جاؤ آپ کی ذات میں تبدیلی لائے گی۔ جتنے حج کرتے جاؤ یہ ساری عبادات ایک فرد کے لئے ہوئیں۔ کیا کرے گا وہ فرد وہ اُس سانچے میں ہو بہو ڈھل جائے گا جو ایمان کے فریم ورک کا تقاضا ہے۔ اب اسلام شروع ہوتا ہے اس کے بعد کہ وہ سانچے میں ڈھلا ہوا فرد اور ایک ایسا شخص جسے ایمان نصیب نہیں دونوں بازار میں ملتے ہیں تو اُن میں کیا فرق ہے؟ دونوں عدالت میں بیٹھتے ہیں تو اُن میں کیا فرق ہے؟ دونوں حکومت کرتے ہیں تو اُن میں کیا فرق ہے؟ دونوں پڑھاتے ہیں تو اُن میں کیا فرق ہے؟ دونوں کماتے ہیں تو اُن میں کیا فرق ہے؟ دونوں دوستی کرتے ہیں تو اُن میں کیا فرق ہے کہ پتہ چلے کہ یہ سانچے میں ڈھلا ہوا ہے اور یہ نہیں ڈھلا ہوا دونوں دشمنی کرتے ہیں تو دونوں لڑائی کرتے ہیں تو پتہ چلے کہ کونسا فری لانسر ہے اور کونسا ایک حد کے اندر محدود ہے یہ اسلام ہے اور اس کے باہر کفر ہے۔

اور اس سارے کے سارے اسلام کا تعلق انسان کی عملی زندگی اور جدوجہد سے ہے۔ عبادات کا تعلق اُس فرد کو سنوارنے سے ہے اسلام کا تعلق پوری انسانی زندگی کو سدھارنے سے ہے۔ اُسنے نہ ماننے والوں کو بھی حقوق دے دیے۔ زندہ رہنے کا حق ہر کافر کو بھی ہے۔ بلا عذر شرعی قتل نہ کیا جائے۔ اُس کی جان' مال' آبرو کے تحفظ کا حق اُسے بھی ہے۔ عقیدہ رکھنے کا حق اُسے بھی ہے۔ اللہ کا انکار کرتا ہے کرے۔ اللہ جب پرواہ نہیں کرتا وہ فرماتا ہے تم میری بات پہنچا دو اُس کے بعد ان الینا ایابھُم ثُم ان علینا حسابھُم ٥ اُس نے میرے پاس آنا ہے۔ میری مخلوق ہے میں اُس سے حساب لے لوں گا۔ آپ بندوق لیکر کسی کو کلمہ نہ پڑھائیں۔ آپ بم چلا کر کسی کی عبادت گاہ تباہ نہ کریں۔ آپ سجدہ کرنے والوں پر گولیاں نہ برسائیں۔ آپ کسی کافر کے معبد میں بھی آگ نہ لگائیں۔ ہمارا دعویٰ تو مسلمان ہونے کا ہے۔ ریاست ہم نے اسلام سلامتی' امن' عزت و آبرو' تحفظ کے لئے لی اور حال کیا ہے؟ اس اسلامی ریاست میں بندوق بردار کھڑے نہ ہوں تو آپ باجماعت نماز نہیں پڑھ سکتے خطرہ ہے کوئی قتل کر دے گا۔ بھئی جنگلوں میں قتل ہوتے تو سُنے تھے۔ پھر بات گاؤں اور شہروں تک آئی۔ بازاروں تک آئی لیکن مساجد میں نمازی کا قتل ہونا کوئی تصور نہیں تھا یہ کوئی پاکستان کے تصور کے ساتھ کیسے مل گیا؟ میرے بھائی! اس لئے کہ ہم نے دین جو نظریات سے لیکر کردار تک کا نام تھا اُسے چھوڑ کر رسومات کو اپنا لیا۔

یہ امت رسومات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

حق کا دامن ہم سے چھوٹتا جا رہا ہے اور ہم محض ڈھول بجا کر' باجے گاجے بجا کر' شور مچا کر' نعرے لگا کر دیگیں پکا کر اپنی طرف سے اسلام کی خدمت کا حق ادا کر رہے ہیں۔ یہ درست نہیں' ہمیں واپس آنا ہوگا اُس نقطہ ایمان پر جو بعثت رحمت عالم ﷺ نے ہمیں دیا اور خود کو کانٹ چھانٹ کر اُس میں فٹ کرنا ہوگا۔ یہ حل ہے عراق کے مسائل کا' یہ حل ہے ایران کے مسائل کا' یہ حل ہے عرب کے مسائل کا' یہ حل ہے افغانستان کے مسائل کا' یہ حل ہے کشمیر کے' فلسطین کے' مسائل کا۔ یہ حل ہے پوری مسلم امت کا اور یہی حل ہے کافروں کے بڑھتے ہوئے غرور تکبر کو روک کر انہیں جہنم کی مزید گہرائی میں جانے سے بچانے کا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ظالم و مظلوم دونوں کی مدد کرو۔ عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد تو بات سمجھ میں آئی ظالم کی مدد کیا کریں؟ فرمایا اُسے ظلم سے روکنا اُس کی مدد ہے۔ کہ جتنا جرم کر چکا ہے۔ اُس سے مزید آگے گہرائی میں تو نہ جائے۔ کہیں تو رک جائے۔ کافر اور طاغوتی طاقتوں کو بھی رُکنے کی ضرورت ہے مگر روکے گا کون؟ اسلام' کونسا اسلام؟ جو کتابوں میں لکھا ہے۔ نہیں جو گوشت پوست کا اسلام ہے۔ وہ لوگ جن کا خاکی وجود

فلسفہ بن جائے گا۔ وہ لوگ جن کی سوچ اپنی نہیں ہوگی۔ جن کی فکر اپنی نہیں ہوگی۔ جن کے کان برآواز ہوں گے کہ حکم کیا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا مجھے یہاں کیا کرنا ہے؟ چھوڑ دو چھوٹی چھوٹی باتوں کو یہ رفع یدین کرتا ہے وہ نہیں کرتا۔ یہ ہاتھ باندھتا ہے وہ نہیں باندھتا۔ یہ اس طرح سلام پھیرتا ہے۔ یہ امین بلند کہتا ہے وہ نہیں کہتا۔ یہ یارسول اللہ ﷺ کہتا ہے وہ نہیں کہتا۔ یاران کو سب کو جو کر رہا ہے اُسے کرنے دو۔ اپنی قبر میں جائے گا اللہ کے روبرو جائے گا اور جواب دے گا میں اور آپ اُس کا حساب لینے والے نہیں ہیں۔ آپ کے پاس اچھی بات ہے تو اپنی اچھی بات کی تشہیر کریں دوسرے کے گناہوں کو اچھالنے سے کیا حاصل ہوگا؟

کیا صحابہ کرام کے زمانے میں لمبی تقریریں ہوتی تھیں، جلسے ہوتے تھے، اخبار چھپتے تھے، یہ میڈیا تھا، یہ بنتی تھیں، کیسٹیں سٹیلائیٹ پہ جاتی تھی، اُس پہ کچھ بھی نہیں تھا تو پھر اسلام کیوں دنیا میں پھیل گیا؟ انہیں جو دیکھتا تھا وہ کہتا تھا اگر یہ اسلام ہے تو یہ مجھے بھی ہونا چاہیے۔ آج آپ نے سنا کیا فرما رہے تھے پروفیسر کہ جارج برناڈ شا جیسا بندہ کہتا ہے میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں لیکن جب مسلمانوں کو دیکھتا ہوں تو دل کانپ جاتا ہے یار میں ایسا نہیں بنوں گا۔ مسلمان ہونا چاہتا ہوں دیکھو فرق کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ کہ فلسفہ ایمان نے انسان کو مسلمان اور اسلام کے فلسفے میں ڈھال دیا اور دیکھ دیکھ کر لوگ انہیں اسلام قبول کرتے چلے گئے۔

محمد بن قاسمؒ نے جب اس برصغیر پہ پہلا حملہ کیا۔ وہ راجہ دہر کا جو جرنیل بلوچستان کی حد پہ لڑ رہا تھا۔ پہلی جنگ جہاں ہوئی تھی اُسے شکست ہوئی بڑا عظیم قلعہ تھا فتح ہو گیا اور جرنیل زخمی ہو گیا۔ مسلمانوں کی حراست میں چلا گیا مسلمانوں نے بڑی دلجمعی سے بڑے اطمینان، بڑی محبت سے، اُس کا علاج کیا۔ بڑے ماہر جراح ساتھ تھے اور وہ سوچتا رہا کہ یہ میرا علاج اس لئے کر رہے ہیں کہ جب میں ٹھیک ہو جاؤں گا تو فوجی راز مجھ سے اگلوائے جائیں گے۔ اگلے پڑاؤ کی بات ہوگی، قلعوں کی بات ہوگی، کہاں کتنی فوج ہے؟ ہمارا کیا تحفظ تھا؟ تو یہ سارے فوجی راز پوچھے جائیں گے۔ آخر امیر لشکر کو اطلاع دی گئی کہ راجہ دہر کا جرنیل اب سفر کر سکتا ہے اور بالکل صحت مند ہے۔ محمد بن قاسمؒ اُس کے خیمے میں تشریف لائے۔ پیار سے ملے اور فرمایا ان کی وردی، ان کے سٹار ان کا جھنڈا، ان کا گھوڑا، ہر چیز موجود ہے فرمایا لے آؤ انہیں وردی پہنوائی اُن کے سٹار لگوائے اُن کے پاس جو جھنڈا ہوتا تھا انہیں وہ دیا اور فرمایا یہ آپ کا گھوڑا ہے اور تم آزاد ہو جاسکتے ہو۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ اُس نے کہا کیا بات کر رہے ہیں؟ آپ میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں، اُس نے کہا میں آپ کے خلاف لڑا ہوں۔ میں جرنیل ہوں اور میرا والد راجہ دہر کا سالار ہے۔ اور میں نئی فوج لے کر آؤں گا۔ انہوں نے فرمایا یہ تمہاری مرضی۔ اگر تم لڑائی کا راستہ اپنانا چاہتے ہو تو ہم تمہیں نہیں روکیں گے لیکن ہم تمہیں قتل کرنے یا قید کرنے نہیں آئے۔ تم تک اللہ کا اور امن کا پیغام پہنچانے آئے ہیں۔ ہم تمہیں سلامتی دینے آئے ہیں۔ ہمارے دامن میں اسلام ہے۔ جو ہم تمہیں دینا چاہتے ہیں۔ ہم تمہیں لہرا کر فتح کر کے اور تمہیں غلام نہیں بنانا چاہتے۔ اُس نے کہا مجھے اسلام کی فلاسفی سمجھاؤ۔ مجھے یہ بات بتاؤ یہ تمہیں کسی نے بتائی۔ یہ کون ایسا ہے جو دشمنوں کا بھی بھلا چاہتا ہے۔ جب اُسے آقائے نامدار ﷺ کا پیغام سنایا گیا۔ خاموش ہو کر چلا گیا۔ کلمہ نہیں پڑھا۔ راجہ کے دربار میں پہنچا باپ اُس کا سالار اعظم تھا۔ پتہ چلا قید سے نکل آیا ہے بھئی کیسے نکلے؟ بھاگ کر آئے، چھوٹ کر آئے اُس نے کہا جی پہلی بات تو راجہ صاحب یہ ہے کہ میں کلمہ پڑھ رہا ہوں۔ **لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ** ﷺ۔ میں بھاگا نہیں ہوں۔ میں بدل گیا ہوں۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اُس نے کہا تو نے کلمہ وہاں کیوں نہیں پڑھا؟ اُس نے کہا اس لئے کہ کلمے کا حق ادا نہ ہوتا اور لوگ کہتے کہ مسلمانوں سے ڈر کے پڑھا۔ میں نے اس لئے دربار میں آ کے پڑھا۔ جب عرب قیدی دیبل کی فتح کے بعد قید خانے سے نکالے گئے تو اُن قیدیوں کے ساتھ اُسے بھی وہاں سے رہا کرایا گیا۔ اسلام تو یہ تھا جس نے جنگیں ختم کر کے جہاد دیا۔

جنگ ہوتی تھی دشمن کو تہس نہس کرنے کے لئے **To Crush the enemy** اُس کے وسائل، اُس کے ریسورسز، اُس کے سکول، اُس کے کالج، اُس کے روزی کے وسائل، کارخانے، ہر چیز تباہ کر دو تا کہ

سرنہ اٹھا سکے۔ جہاد ہے اگلے کو ظلم سے روکنے کے لئے، ظلم سے رُک جائے تو اُس کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ یہ سارا کچھ اس سب تبدیلی کی بات کیا ہے؟ کوئی فکر کرے۔ ایک یہ ڈنڈا بغیر بنانے والے کے نہیں بنتا۔ یہ رسی بغیر بنانے والے کے نہیں بنتی' یہ سپیکر یہ مائیک بغیر بنانے والے کے نہیں بنتے' ساری کائنات کا بنانے والا بھی تو کوئی ہوگا؟۔ کون ہے وہ کاریگر جس نے اتنی عجیب اتنی کمپلیکیٹڈ کائنات کو کس طرح بنا دیا۔ ایک ذرہ اور بہت چھوٹا سا اُسے ایٹم کہتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا مختلف تعداد میں اکٹھے ہوتے ہیں تو سبزہ بن جاتا ہے۔ دوسری تعداد میں اکٹھے ہوتے ہیں تو پھل بن جاتا ہے۔ تیسری تعداد میں اکٹھے ہوتے ہیں تو لوہا بن جاتا ہے۔ اُن کی ریشو بدلتی ہے ملاوٹ کی نسبت بدلتی ہے تو سونا بن جاتا ہے' ہیرا بن جاتا ہے' پتھر بن جاتا ہے' عجیب کاریگر بیٹھا ہے کہ ایک ہی طرح کا مادہ ہے۔ ایک ہی طرح کے سارے ایٹمز ہیں۔ اُن سے رنگ برنگی چیزیں بنتی چلی آرہی ہیں کون کاریگر ہے؟ کہاں ہے؟ بڑا بنیادی سوال تھا اس کا جواب اللہ کریم نے دیا۔

اللہ وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ **ھو الذی ارسل رسولہ'** تمہیں اس کاریگر کا پتہ ملے گا بعثت محمد رسول اللہ ﷺ سے' اس لئے ایک ایسی ہستی کو مبعوث فرما دیا کتنی عجیب بات ہے؟ بالھدیٰ۔ ھدیٰ ایک عرب کا وسیع المعانی لفظ ہے۔ جس طرح آپ کہتے ہیں دو نقطوں کے درمیان سب سے مختصر خط جو ہوتا ہے وہ خط مستقیم ہوتا ہے یہی معنیٰ ھدیٰ کا ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے کا صحیح ترین طریقہ جو ہوتا ہے وہ ھدیٰ ہوتا ہے۔ وہ سیاست ہو' وہ کاروبار ہو' وہ جنگ ہو' وہ صلح ہو' وہ محبت ہو' وہ دوستی ہو' وہ دشمنی ہو' وہ نکاح ہو' وہ شادی ہو' اولاد ہو' زراعت ہو' ملازمت ہو' کسی بھی کام کو کرنے کا زندگی کے تمام امور میں کسی چیز کے کرنے کا صحیح ترین طریقہ ھدیٰ کہلائے گا۔ فرمایا اللہ وہ ہے جس نے اپنے نبی ﷺ کو پوری انسانی زندگی کے تمام مسائل کا آسان ترین حل دے کر مبعوث فرمایا اور کمال دیکھیے **بالھدیٰ و دین الحق.** دنیا کے سارے امور جو ھدیٰ کے مطابق ہدایت نبوی ﷺ کے مطابق ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق کئے جائیں وہی دین حق ہیں۔ زندگی کا ہر وہ کام وہ جنگ ہو یا صلح' خرید و فروخت' سفر حضر' جو سنت نبوی ﷺ کے سانچے میں ڈھل جائے وہ دین حق ہے اور فرمایا یہ اس لئے کہ میری مخلوق تباہ نہ ہو۔ دکھ نہ سہے۔ پریشان نہ ہو' اور طرح طرح کے فرضی بنائے ہوئے مذہبوں کی زنجیروں میں جکڑ کر رُسوا نہ ہوتی رہے۔ **لیظھرہ علی الدین کلمہ o** ہر طرح کے ڈھانچے جو انسانوں کو استعمال کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں اُس پر غالب آئے۔ اس کی تعبیر کا حق ادا کر دیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اور ہماری بدنصیبی دیکھو کہ ہم وہ ہیں جنہیں دیکھ کر لوگ مسلمان ہونے سے رُک رہے ہیں۔

ببیں تفاوت را از کجا است تا بکجا

میرے خیال میں وقت کافی ہو گیا ایک درخواست ہے' آرزو ہے' تمنا ہے' اور اُس کے لئے اللہ سے دعا بھی کرتا ہوں کہ اس بعثت رحمت عالم ﷺ کو اتنا عام کرو کہ گلی گلی بعثت ہو جائے۔ ہر شہر میں جلسہ کرو۔ ہر گاؤں میں جلسہ کرو۔ ہر بازار میں بات کرو۔ ہر موڑ پر بات کرو' ہر دکان میں یہ بات یاد دلاؤ جب کسی سے ملو اُسے یاد دلاؤ کہ ہم امین ہیں بعثت رحمت عالم ﷺ کے اور ہم پر ذمہ داری ہے کہ ہم اس پیغام کو عام کریں۔ یہ علاج ہے آپ کے اور آپ کی پوری امت کے ہر زخم کا مرہم یہی ہے۔ میری دانش' میری بینش' میری تحقیق' جو کچھ اللہ نے مجھے علم دیا ہے میری ریسرچ کا حاصل یہ ہے کہ امہ کے سارے دکھوں کا علاج اس ایک نقطے میں ہے۔

اللہ ہمیں توفیق دے۔ یہ حکمرانوں کے لئے بھی راہ ہدایت ہے۔ سیاست دانوں کے لئے بھی راہ ہدایت ہے۔ تاجروں اور آجروں کے لئے بھی راہ ہدایت ہے۔ عام آدمی کیلئے بھی راہ ہدایت ہے۔ ہر مسلمان کو اس مقام پہ واپس آنا ہوگا یا پھر ایک دوسرا راستہ بھی ہے۔

عسیٰ ان یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ' اگر تم واپس نہیں آؤ گے تو کسی اور قوم کو توفیق دے دے گا۔ وہ کلمہ پڑھ کر ایمان کے سانچے میں ڈھلتی چلی جائے گی۔ اس سے پہلے کہ بات وہاں تک پہنچے اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم توبہ کر کے اُس ایمان کو اپنا لیں جو ہماری سوچوں سے لیکر کردار تک بدل دے۔ آمین

ارباب فتاویٰ اور اہل علم کے لیے ایک عظیم علمی پیشکش

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کی زیر نگرانی

الحمد للہ...... فتاوی محمودیہ مکمل
20 ضخیم جلدوں میں منظر عام پر

فقیہ الأمت، مفتی اعظم ہند
حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ
کے ہزاروں فتاویٰ کا مجموعہ

فتاوی محمودیہ

زیر سرپرستی
شیخ الحدیث حضرت مولانا
سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم
رئیس جامعہ فاروقیہ کراچی

تبویب: مختلف جلدوں میں پھیلے ہوئے متفرق مسائل کو متعلقہ عنوانات کے تحت الگ الگ ابواب میں اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

تخریج: ہر مسئلہ (پہلے سے باحوالہ ہو یا بغیر حوالہ) کی امہات کتب سے تخریج کی گئی ہے اور جو حوالے پہلے سے درج ہیں ان کی تخریج جدید مطبوعہ متداول نسخوں سے کی گئی ہے۔

تحقیق و تعلیق: اگر کہیں سوال و جواب میں موجود مخصوص صورتحال یا کسی اور سبب کی بناء پر ابہام یا اجمال ہے یا غیر مفتیٰ بہ قول پر فتویٰ دیا گیا ہے تو ان کی نشاندہی بھی حاشیہ میں کر دی گئی ہے اور کتب معتبرہ و متداولہ کی روشنی میں مسئلہ کی تحقیق کر کے اس پر تعلیق تحریر کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف فیہ مسائل میں ارباب فقہ و فتاویٰ کی آراء کو ذکر کر کے راجح قول کی تعیین بھی کی گئی ہے۔

دیگر خصوصیات

- تدوین فقہ و فتویٰ سے متعلق تفصیلی مقدمہ
- حضرت مفتی محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ اور ان کے فتاویٰ کی تصدیق و تصویب کرنے والے مفتیان کرام حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب، حضرت مولانا مہدی حسن صاحب، اور حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب کے تفصیلی حالات زندگی۔
- مجمل عنوانات کی وضاحت اور تسہیل
- ہندی، فارسی اور اردو کے مشکل الفاظ کے معانی
- اٹھارویں، انیسویں، بیسویں اور بقیہ تمام جلدوں کے ساتھ (جو ابھی پاکستان میں دستیاب نہیں ہیں)
- کمپیوٹر کی معیاری کتابت اور سفید معیاری کاغذ
- لیمینیشن، مضبوط جلد، اضافی پلاسٹک کور کے ساتھ
- امپورٹڈ، مضبوط، لیمینیشن کے ساتھ خوب صورت کارٹن میں

فوری رابطہ کے لیے:
ادارہ الفاروق کراچی
جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 4، کراچی، پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر 75230

TEL:+92-21-4599167 - 4599168 FAX: 4571525 Email: info@farooqia.com

علوم دینیہ کی عظیم درسگاہ...... دارالعلوم دیوبند (بھارت)

حبیب الرحمٰن اعظمی

بشکریہ ماہنامہ ''دارالعلوم'' جنوری 2007ء

ہماری دینی درس گاہوں کا اصل موضوع قرآن وسنت اور فقہ اسلامی ہے انہیں کی تعلیم وتعلم افہام وتفہیم' تعمیل واتباع اور دعوت وتبلیغ مدارس عربیہ دینیہ کا مقصود اصلی ہے۔ بالفاظ دیگر یہ دینی تعلیمی وتربیتی ادارے علوم شریعت اسلامی کے نقیب اور خاتم الانبیاء صلوٰت اللہ وسلامہ علیہم کے فرائض سہ گانہ' تلاوت قرآن' تعلیم کتاب اور تفہیم حکمت وسنت کے وارث ہیں۔

ماضی قریب میں ان تعلیمی مراکز نے اس عظیم امانت کی حفاظت اور اس قابل صد فخر امانت کو اخلاف تک منتقل کرنے میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ ہماری علمی وثقافتی تاریخ کا ایک زریں باب ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف کئے بغیر کوئی منصف مزاج نہیں رہ سکتا۔ آج کے انتشار پذیر اور مادیت کے فروغ کے دور میں بھی یہ اسلامی مدارس اپنے وسائل وذرائع کے مطابق مصروف عمل ہیں اور ملت اسلامیہ کی اولین ترین ضرورت کی کفالت کر رہے ہیں۔ بھلا اس سچائی کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے کہ کفر وفسق کے گھٹا ٹوپ اندھیرے اور مذہب بیزاری کے موجود ماحول میں اسلامی تہذیب ومعاشرت اور دینی رسوم وعبادات کے جو روشن آثار نظر آ رہے ہیں وہ واسطہ وبالواسطہ انہیں درسگاہوں کے جہد وعمل کا ثمرہ ہیں۔

مدارس دینیہ کا یہی وہ کردار ہے جو اسلام بیزار طبقہ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے' کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ان مدرسوں کی آزادانہ کارکردگی کا یہ سلسلہ جب تک جاری رہے گا اسلام اور مسلمانوں کی اسلامی شناخت کو اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھال دینے کا ان کا دیرینہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے آج یورپ وامریکہ کی زیر سرپرستی عالمی پیمانہ پر اسلامی درسگاہوں کے نظام تعلیم وتربیت میں ترمیم وتنسیخ کے لئے منصوبہ بند مہم چل رہی ہے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ سقوط روس کے بعد ہمارے ملک کی قومی حکومتوں کا جھکاؤ امریکہ کی جانب ہے اور انہیں چار و ناچار اظہار وفاداری کے لئے انہیں کی آواز ملانا ہی پڑتا ہے۔ یہ مدرسہ بورڈ کا قیام بھی غالب گمان یہی ہے کہ اسی اظہار وفاداری کا ایک حصہ ہے۔ اور مدارس کو اس بورڈ سے وابستہ کر کے دراصل انہیں بے جان بنا دینے کی ایک شاطرانہ ترکیب ہے۔

آخر اس کی کیا توجیہ کی جائے کہ خود حکومت کے بیان کردہ اعداد وشمار کے مطابق مدارس عربیہ دینیہ میں زیر تعلیم بچوں کی تعداد صرف دو فیصد ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مسلم بچوں کی اٹھانوے فیصد تعداد اسلامی مدارس سے دور سرکاری اسکولوں کالجوں وغیرہ میں زیر تعلیم ہوگی یا ان کی ایک معقول تعداد اپنے والدین کی خانگی مجبوری کی بنا پر بچہ مزدوری کی صف میں شامل ہو گئی ہوگی۔ مسلمانوں کی اقتصادی وتعلیمی کمزوری کے بارے میں سچر کمیٹی نے جو رپورٹ دی ہے اس کے پیش نظر قرین قیاس یہی ہے کہ اس اٹھانوے فیصد کی تعداد میں اکثریت تعلیمی مشغلہ سے الگ ہی ہوگی پھر جو بچے سرکاری

اسکولوں اور کالجوں وغیرہ میں پڑھتے ہیں ان میں خود سرکاری بیان کے مطابق تقریباً ساڑھے پانچ فیصد درمیان ہی میں تعلیمی سلسلہ کو منقطع کر کے گھر بیٹھ رہتے ہیں اس لئے عقل وانصاف اور ہمدردی وغمخواری کا تقاضا یہی ہے کہ پہلے اٹھانوے فیصد مسلم بچوں کے روشن مستقبل کی فکر کی جائے اور ان کے معاش ومعاد کی خوشحالی کی تدبیریں سوچی جائیں۔ لیکن ہماری قومی وزارت تعلیم کو ان مسلم بچوں کی کوئی فکر نہیں اور فکر ہے تو صرف ان دو فیصد بچوں کی جو دینی ومذہبی مدرسوں میں تعلیم وتربیت حاصل کر رہے ہیں ہماری وزارت تعلیم اور اس کے غمخوار وزیر انہیں کے فکر معاش میں دبلے ہو رہے ہیں۔ وزارت تعلیم کا یہ رویہ بجا طور پر یہ شبہ پیدا کر رہا ہے کہ ان دو فیصد بچوں کے بہانے وہ مدرسہ بورڈ کے واسطہ سے ملک کی دوسری اکثریت قوم مسلم سے ان کے دستوری حق کو چھیننا چاہتی ہے اسے یہ گوارا نہیں ہے کہ مسلمان اپنے دستوری حق کے مطابق اپنی مرضی کے مطابق اپنے مذہبی ادارے چلائیں۔ انہیں سرکار کے قانونی شکنجے میں کسنے کے لئے ہی یہ مدرسہ بورڈ قائم کیا گیا ہے۔

کیونکہ اس سرکاری مدرسہ بورڈ سے ملحقہ ومسلک ہو جانے کے بعد ان مدارس کی خود مختار حیثیت اور آزادی مجروح ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور اس قسم کی مداخلت سے آگے چل کر مدارس کے اصل دینی مقاصد روحانی واخلاقی تربیت، تعلیمی روح اور صدیوں سے آزمودہ طریقہ کار کو درہم برہم کر کے رکھ دے گی۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد اور دائرۃ المعارف حیدر آباد کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ان اداروں کا سرکاری تحویل میں آجانے کے بعد کیا حشر ہوا وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ سرکاری اداروں میں آئے دن تجاویز وترمیمات کا سلسلہ جاری رہتا ہے ان بدلتے ہوئے اضافوں وقراردادوں کے ساتھ مدارس عربیہ سکون واطمینان کیساتھ فروغ اشاعت دین وتحفظ قرآن وسنت اور ترویج علوم دینیہ کی اپنی خدمات کو کیونکر باقی رکھ سکتے ہیں۔ نیز آئے دن بدلتی ہوئی حکومتوں، اور ان کے اہل کاروں کے بدلتے ہوئے رجحانات ونظریات کے ساتھ مدارس عربیہ اپنی خود مختاری کو (جو ان کا دستوری حق ہے) بھلا کیسے باقی رہ سکیں گے۔

پھر دینی مدارس کی اصلاح کا یہ منصوبہ کوئی نیا منصوبہ نہیں ہے، فرقہ پرست پارٹیاں اور تنظیمیں نیز لا دین طبقہ دینی مدارس کی آزادانہ کارکردگی کو ہمیشہ سے تشویش کی نگاہوں سے دیکھتا اور ان کے حق خود اختیاری کو چھین لینے کی تدبیر سوچتا اور اسکیمیں بناتا رہا ہے کون اس سے ناواقف ہوگا کہ فرقہ پرست طاقتیں ایک عرصہ سے مدارس اسلامیہ کے سر یہ الزام تھوپنے کی ناروا کوشش میں لگی ہوئی ہیں کہ یہ مدارس دہشت گردی کے اڈے ہیں یہاں دہشت گرد تیار کئے جاتے ہیں حالانکہ آج تک وہ اپنے اس غیر معقول دعویٰ پر ثبوت پیش نہیں کر سکیں اور نہ قیامت کی صبح تک پیش کر سکتی ہیں۔ ان کے اس بیہودہ پروپیگنڈہ کا مقصد یہی ہے کہ وہ کسی طرح ان مدارس کو قومی مجرم بتلا کر انہیں بند کرانے میں کامیاب ہو جائیں۔ یہ مدرسہ بورڈ بھی مدارس کو بے روح بنا دینے کی ایک خوشنما اور دلفریب ترکیب ہے یہ دام خوش رنگ بھی دراصل اسی اصلاح مدارس کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسے ایک سیکولر حکومت اور اس کے سیکولر وزیر کے ذریعہ بچھایا گیا ہے آج جو لوگ اس مدرسہ بورڈ کی وکالت وحمایت کر رہے ہیں اگر ان کی یہ بات مان بھی لی جائے کہ موجودہ وزارت تعلیم دینی مدارس کے علما وطلبہ کی خیر خواہ ہے اور انہیں کی فلاح وبہبود کے لئے یہ بورڈ قائم کر رہی ہے اس بات کو تسلیم کر لینے کے باوجود بھی ملت اسلامیہ کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ اگر اس بہانے ایک بار مدارس سرکاری

تحویل میں دیدیئے گئے تو ان کی حیثیت کسی نہ کسی حد تک سرکاری اداروں کی ہو جائے گی۔ آج اگر ایک سیکولر اور مسلم اقلیتوں کے حقوق کی رعایت کرنے والی سرکار ہے تو کل فرقہ پرست اور مسلم بیزار سرکار بھی آسکتی ہے پھر اس وقت سرکاری قانون کے شکنجے میں کسے ان مدارس کا حشر کیا ہوگا وہ دن کے اجالے کی طرح روشن ہے اگر ہمارے ان علماء کرام کو جو مدرسہ بورڈ کی حمایت اور اس کی سود مندی پر لچھے دار تقریریں کر رہے ہیں اور اخباروں میں بیانات' مراسلات چھپوا رہے ہیں مدارس کی یہ حیثیت گوارا ہے تو بڑے شوق سے مدرسہ بورڈ سے ملحق ہو جائیں اور سرکاری مراعات سے فیض یاب ہوں مگر اس بات کو بھی ذہن میں ملحوظ رکھیں کہ کل کا حقیقت پسند مورخ ان مدرسوں کی تباہی کی تاریخ مرتب کرے گا تو میر جعفر وصادق کی صف میں انہیں کھڑا کرے گا۔

ہماری ان علما کرام سے گزارش ہے کہ سرکاری تعلیم گاہوں میں جو نصاب تعلیم رائج ہے اس سے ایک جہاں کا جہاں استفادہ کر رہا ہے اور ہزاروں میں ایک آدھ فرد اپنی آخرت وعاقبت سنوارنا چاہتا ہے' اگر مدرسہ بورڈ کے اشارہ کے مطابق وہی سرکاری نصاب کلی یا جزوی طور پر دینی مدارس میں بھی جاری کر دیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ہزاروں میں سے ایک فرد کو بھی دین سیکھنے کے لئے دینی مدارس کو قبلہ توجہ بناتا تھا اس کے لئے کوئی پناہ گاہ باقی نہیں رہے گی اس لئے دینی مدارس کو جدید تعلیم گاہوں کے سانچے میں ڈھالنے کی بجائے یہی بہتر ہے کہ ان مدرس کو ان کے حال پر رہنے دیا جائے اور جو لوگ سرکاری مراعات کے خواہش مند ہوں وہ دینی مدارس کے بجائے عصری تعلیم گاہوں سے استفادہ کریں دینی مدارس کو جدید تعلیم گاہوں میں کلی یا جزوی طور پر تبدیل کر کے ان کی اصلی حیثیت کو بدل دینا یہ ایسا جرم ہوگا جسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔

آخر میں ہم موجودہ حکومت اور وزارت تعلیم اور اس کے سیکولر وزیر سے بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مسلم بچوں کے سلسلے میں ان کی خیر خواہی واخلاص سر آنکھوں پر لیکن دینی مدارس کے بارے میں یہ سرکاری مدرسہ بورڈ خود حکومت کے لئے بہت سی پریشانیوں کا باعث ہوگا اور ملت اسلامیہ ہند کی اکثریت ان سے منحرف ہو جائے گی۔ جس کے آثار ظاہر ہونے لگے ہیں اس لئے وسعت قلبی سے کام لیتے ہوئے مسلمانوں کے حق مذہبی تعلیم پر کسی قسم کا قدغن لگانے سے احتراز کیا جائے اور چند خوشامدیوں اور اغراض پسندوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر کوئی ایسا اقدام نہ کریں جو ملک کی دوسری اکثریت کے اندر بے چینی واضطراب کا باعث بنے۔ کیونکہ اس سے خود حکومت اور ملک کا ہی نقصان ہوگا۔

اِنا للہ واِنا الیہ راجعون

☆......سلسلہ عالیہ لاہور کے امیر خالد محمود چشتی کا بھتیجا اور فرخ محمود چشتی کا بیٹا عمر چشتی وفات پا گیا ہے۔

☆......ڈسکہ (سیالکوٹ) کے ساتھی محمد اسماعیل کے سُسر وفات پا گئے ہیں۔

☆......لاہور کے ساتھی عبد المالک منصوری کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔

☆......لاہور کے ساتھی محمد شریف کے بھائی محمد اشرف وفات پا گئے ہیں۔

☆......شاہکوٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی رانا طاہر محمود کی والدہ اور بیٹی انتقال فرما گئی ہیں۔

☆......اُدتم (ضلع گجرات) کے بزرگ ساتھی ٹریفک کے حادثہ میں اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

......☆☆☆......

اسلام کا نظام عدل

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی
ایم اے ایل ایل بی ۔ پی ایچ ڈی

قبل از اسلام بھی عدالتی نظام موجود تھا لیکن یہ زیادہ تر قبائلی نظام تھا۔ عدلیہ کے ادارے حسب ذیل تھے۔

1۔ ضلعی کونسل (دارالاسرہ)

2۔ مجلس اعلیٰ (دارالندوہ)

ملکی آبادی میں ہر ضلع میں اپنا ادارہ عدل موجود تھا۔ یہ ادارہ بڑا اہم تھا منفرد اور ممتاز افراد فیصلے کرتے۔ مقامی کونسلوں کے افراد اور اراکین خاندانی اور ذاتی اوصاف کی بنا پر چنے جاتے تھے۔ جہاں تک مجلس اعلیٰ یعنی دارالندوہ کا تعلق ہے حضورؐ کے جد امجد قصیّ نے یہ اپنی صدارت میں قائم فرمائی تھی۔ دارالندوہ کا مطلب ہے قومی جلسہ گاہ، قصی کا گھر کونسل ہال تھا۔ قریش تمام سماجی، سیاسی، اقتصادی، تجارتی اور دیگر مقدمات مشورہ اور فیصلہ کے لئے وہاں لاتے تھے۔ یہ ایک کثیر المقاصد ادارہ تھا۔

اس کے علاوہ ایک اور ادارے کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ انجمن انصاف تھی۔ دارالندوہ تسلی بخش ادارہ نہ رہا۔ مظلوموں کو انصاف نہ ملنے لگا تو پھر انجمن انصاف کی اہمیت بڑھی۔ حضورﷺ نے مبعوث ہونے سے پہلے انجمن انصاف میں حصہ لیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر اسلام میں بھی اس وفاق کے نام پر مجھے مدد کے لئے پکارا گیا تو میں سرخ اونٹوں کی قیمت پر بھی اُس کا جواب دونگا' (بحوالہ نقوش رسول نمبر جلد یازدہم، جنوری ۱۹۸۵ء ادارہ فروغ اُردو لاہور، صفحہ ۶۰۷)۔

السہیلی نے الروض الانف (مطبوعہ مصر ۱۹۱۴ء جلد ا صفحات ۹۲۔۹۱ پر لکھا ہے۔

''خشعم خاندان کا ایک فرد عمرہ یا حج کرنے اپنی بیٹی القتول کے ساتھ جو دنیائے عرب کی حسین ترین عورت تھی، مکہ آیا۔ نبیہ بن الحاج، مکہ کے ایک باشندہ نے اُسے اغوا کرلیا اور اس کے باپ سے اُسے چھپالیا۔ لڑکی کے باپ الخشعم نے اس شخص کے خلاف ایک عام فریاد کی۔ لوگوں نے اُسے کہا کہ وہ انجمن انصاف سے فریاد کرے۔ چنانچہ وہ کعبہ کے پاس کھڑا ہوکر چلایا۔

''اے! انجمن انصاف کے اراکین! مدد'' اور وہ تلواریں سونت کر بھاگتے ہوئے ہر طرف سے وہاں آگئے اور بولے'' محافظ تیرے پاس آگئے ہیں' کیا بات ہے؟'' اس نے کہا'' نبیہ نے میری بیٹی کی وجہ سے مجھے نقصان پہنچایا ہے اور اُسے زبردستی مجھ سے چھین لے گیا ہے''۔ وہ اس کے ساتھ گئے اور اغوا کنندہ کے دروازہ پر پہنچے۔ وہ ان کے پاس آگیا۔ انہوں نے کہا لڑکی کو باہر نکالو ورنہ تم تباہ ہو۔ تم یقیناً جانتے ہو ہم کون ہیں اور ہم نے کیا قسم کھارکھی ہے؟ اس نے جواب دیا میں ایسا ہی کروں گا مگر مجھے آج کی رات اس کے ساتھ گزارنے دو۔ انہوں نے کہا'' خدا کی قسم ہم تجھے ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ پس اُس اغوا کنندہ نے لڑکی ان کے حوالے کردی''۔

اُس دور میں اس قسم کا ادارہ ایک نعمت سے کم نہیں تھا۔ حضور اکرمﷺ نے اس بنا پر اس ادارے کی تشکیل میں خصوصی طور پر حصہ لیا تھا۔

علاوہ ازیں عکاظ کے میلے بھی ثالثی کی جاتی۔ یہ قبل از اسلام کا دور تھا طلوع اسلام کے بعد انصاف کے شعبہ کی طرف خصوصی توجہ دی گئی قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔

'' بے شک اللہ عدل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''۔

سورۃ النحل میں ارشاد ہے۔ '' بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے''۔ آیت نمبر ۹۰

سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۹ میں حکم ہے۔

''پھر اگر وہ (زیادتی کرنے والا گروہ) رجوع کرلے تو ان فریقین کے درمیان عدل کے ساتھ صلح واصلاح کرا دو۔ اور انصاف کا خیال رکھو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

ابن القیم فرماتے ہیں کہ یہ آیات اسلام کے نظام قضا کی اساس اور بنیاد ہیں۔

محمد بن الفرج الاندلسی اپنی شہرہ آفاق کتاب رقضیتہ الرسول میں لکھتے ہیں کہ اسلام کے نظام عدل میں عدل کو تقویٰ کہا گیا ہے۔

اسلام مساوات کا حکم دیتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرے تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دوں (بخاری شریف)

حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو جو خط لکھا تھا اس میں اسلام کے نظام عدل کے بہترین اصول بتائے گئے ہیں۔

(ا) رشوت سے اجتناب

(ب) عدالتی امور میں مکمل مساوات

(ج) اقربا پرستی سے اجتناب

اسلام کے نظام قضا میں عدل وانصاف اور عدالتی احترام کی ایک اعلیٰ مثال حضرت علیؓ کی ہے۔ آپؓ ایک قاضی کی عدالت میں عام شہری کی طرح پیش ہوئے۔ اسلام کے نظام عدل میں کوئی بھی قانون سے بالاتر نہیں۔

اس نظام کی ایک یہ خصوصیت بھی ہے کہ قاضی کو دونوں اطراف کا موقف سن کر فیصلہ دینے کا حکم ہے۔ ویسے بھی یہ انصاف کا تقاضا ہے۔ شہادت کا چھپانا گناہ ہے۔ شہادت دینا گواہ کا فرض ہے۔ یہ ایک امانت ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۸۳ میں حکم ہے کہ شہادت کو نہ چھپایا جائے۔

کھجور کے درخت تلے بیٹھا ہوا قاضی

پروفیسر کلسن نے اپنی تصنیف (اے ہسٹری آف اسلامک لاء سروے ۱۱) میں تحریر کیا ہے کہ انگریز جج کو ایک مسلم قاضی کی طرح بعض دفعہ بے بسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ قاضی جو کھجور کے درخت تلے بیٹھا ہوتا ہے اور اُس کے پاس کوئی ضابطہ نہیں ہوتا وہ تہی دست فیصلے کرتا ہے''۔

پروفیسر کلسن کا یہ تاثر غلط ہے کہ قاضی کے پاس قانون کی کتب اور قانونی نظیروں کا فقدان ہوتا ہے وہ یوں ہی فیصلہ صادر کر دیتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قاضی اسلام کے نظام قضا میں ایک اہم ترین عہدہ ہے۔ قاضی قانون کے ان سرچشموں سے استفادہ کرتا ہے اور اپنے فیصلے ان مصادر شریعہ کی روشنی میں کرتا ہے۔

(۱) قرآن

(۲) سنت

(۳) اجماع

(۴) قیاس، استنباط، استدلال، استصلاح اور مصالح المرسلہ نیز اجتہاد۔

الماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں کہا ہے کہ اسلام کے نظام قضا میں قاضی کی یہ خصوصیات ہونی چاہیں۔

(۱) علم فقہ میں ماہر ہو۔

(۲) دیانت دار اور راست گو ہو۔

(۳) انصاف قائم کرنے والا ہو۔

(۴) سنجیدہ ہو اور خاموش بھی۔ اعلیٰ کردار کا مالک ہو۔

ولایت المظالم کا قیام

نبی اکرم ﷺ نے مظالم عدالتیں قائم فرمائیں

حضور معاشرے میں مظالم کا احتساب ان عدالتوں کے ذریعے فرماتے۔ ان عدالتوں کے ذریعے مفت، آسانی اور فی الفور انصاف لوگوں کو ملتا تھا۔ حضور اکرمؐ نے محتسب بھی قائم کیے۔ دور اور اداروں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہوگا۔ حضور اکرمؐ نے قسامہ کا طریقہ قتل کے مقدمات میں رائج فرمایا۔ قصاص اور دیت کے مقدمات میں عاقلہ کا نظام بھی رائج فرمایا تاکہ حادثات کی صورت میں قبائل دیت ادا کریں۔

حدود اور تعزیرات کا نظام

حضور اکرمؐ حدود کی شکل میں فوجداری نظام عدل میں ایک انقلاب لائے۔ زنا، چوری، رہزنی (حرابہ)، قذف، ارتداد اور شراب نوشی کے مقدمات میں حدود کے قوانین کے تحت سزا دی جاتی۔ ان مقدمات میں ایک اسلامی ریاست کا سربراہ بھی مجرم کو معافی نہیں دے سکتا۔ ان کی سزائیں مقرر شدہ ہیں۔ تعزیرات کے جرائم میں ایک اسلامی ریاست سزاؤں کو کم یا زیادہ کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ یعنی تعزیرات میں سزائیں مقرر نہیں ہوتیں جیسا کہ حدود میں قرآن اور حدیث کی روشنی میں مقرر ہیں۔

قصاص ودیت کا قانون

اسلام کے نظام قضا میں قصاص ودیت کا قانون بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ قتل یا زخموں یعنی ضربات کے مقدمات میں اگر قصاص نہیں لیا جاتا تو مجرم کو معاف

بھی کیا جا سکتا ہے یا دیت لیکر صلح بھی کی جا سکتی ہے۔ اس نظام کی وجہ سے جرائم میں کمی واقع ہوتی ہے اور مقتول یا مضروب کے ورثا کی معاشی کفالت بھی ہو جاتی ہے کیونکہ انہیں معاوضہ دیت کی صورت میں مل جاتا ہے۔ صلح سے دشمنی بھی ختم ہو جاتی ہے۔

یہ تاثر غلط ہے کہ اسلام کے عدالتی نظام میں وکلاء کا تصور نہیں۔ اسلام وکالت کی اجازت دیتا ہے۔ حضرت علیؓ نے حضرت عقیلؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو بطور اٹارنی مقرر فرمایا تھا۔

خواتین بطور قاضی

اسلام کے نظام عدل میں خواتین بطور قاضی مقرر کی جا سکتی ہیں۔ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ایک مسلمان خاتون قاضی بن سکتی ہے' امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک مسلمان خاتون حدود و تعزیرات کے مقدمہ میں قاضی بننے کی اہل نہیں ہوتی۔

عدلیہ کا انتظامیہ سے علیحدگی کا تصور

اہل مغرب عدلیہ سے انتظامیہ کی علیحدگی کا تصور مانٹیسکو کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عمرؓ نے عدلیہ کا انتظامیہ سے علیحدگی کا تصور پیش کیا تھا۔ (بحوالہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ)

اسلامی قلمرو میں شعبہ قضا کا آغاز نبی اکرمؐ کی ذات گرامی سے ہوا تھا۔ آپؐ اسلام کے پہلے قاضی تھے۔ آپؐ کے علاوہ پہلے نامزد قاضی بعض مورخین کے مطابق حضرت عمر بن خطابؓ تھے۔ انہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی خلافت کے دوران میں قاضی مقرر فرمایا تھا۔

محمود بن محمد بن عرنوس نے اپنی محققانہ کتاب تاریخ القضائی الاسلام (اُردو ترجمہ۔ اسلام کا نظام عدل' مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی' ادارہ فروغ اُردو لاہور' ۱۹۶۹ء) کے صفحات ۳۵۔۳۴ پر ایک واقعہ درج کیا تھا جس سے اسلام کے نظام عدل کی ایک گہری جھلک ملتی ہے۔

''آپؐ کے فیصلوں کی نوعیت کے متعلق مسند احمد بن حنبل میں مندرجہ ذیل حدیث آئی ہے جو ام المومنین حضرت اُم سلمہؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔

دو آدمی رسول اللہؐ کے پاس اپنے مقدمے کا فیصلہ کرانے کے لئے آئے۔ ان دونوں کے درمیان ورثے کا کوئی جھگڑا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی باتیں سننے سے قبل ارشاد فرمایا کہ تم دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے جھگڑے کے تصفیے کے لئے آئے ہو۔ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں ہو سکتا ہے کوئی شخص اپنی چرب زبانی کے بل پر اپنے حق میں ایسی دلیلیں پیش کرے جو دوسرا پیش نہ کر سکے۔ میں تو انہی دلیلوں کے مطابق فیصلہ کرونگا' جو میرے سامنے پیش کی جائیں گی۔

لیکن یاد رکھو اگر کوئی شخص میرے فیصلے کے باوجود اپنے بھائی کی جائیداد کا کچھ حصہ ناجائز طور پر حاصل کر لیتا ہے تو دراصل وہ اپنے لئے آگ کا ٹکڑا حاصل کرتا ہے قیامت کے دن وہ آگ کا ٹکڑا اس کے گلے میں پڑا ہوگا۔ اور وہ پھکنی سے اُسے اور زیادہ بھڑکا رہا ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سن کر وہ دونوں رو پڑے اور ایک نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنا حق بخوشی اپنے بھائی کو دیتا ہوں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جاؤ اور جائیداد کو حق و انصاف اور شریعت کے احکام کے مطابق آپس میں تقسیم کرو۔ تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ دوسرے کے ساتھ ٹھیک اور درست معاملہ کرے۔''

حضور اکرمؐ کے اس فیصلے میں مسلمان اُمت کے لئے سبق ہے۔

اسلام کے عدالتی نظام میں مفتیوں کا بھی کافی کردار رہا ہے۔ الغرض لوگوں تک سستا انصاف پہنچا۔

پاکستان میں عدالتی نظام کی اصلاح کے بارے تجاویز

(۱) پاکستان میں بھی عدالتی نظام اسلام کے نظام قضا کی طرز پر ہونا چاہئے۔

(۲) انصاف فی الفور ملے۔

(۳) انصاف سستا ملے۔ کورٹ فیس نہیں ہونی چاہئے۔

(۴) اسلام کا صحیح قانون شہادت نافذ کیا جائے۔ قانون میں کوئی بھی بالا نہیں۔ سب پر قانون لاگو ہو۔ امیر غریب افسر و محکوم کسی کی تفریق نہ ہو۔ اسلام کا ضابطہ فوجداری اور دیوانی ریسرچ کے بعد لاگو کیا جائے۔

.........☆☆☆

So then, there must be some indication that the Shaikh possesses this blessing and the seeker is really benefiting from it. The first indication is that the seeker becomes sure of **Allah**'s existence. He may already be a believer, but without this blessing, he finds it difficult to be convinced; mere belief and sure conviction are two different feelings. The holy Quran normally uses the word 'belief' for other articles of the Faith, but when it refers to the Akhirah, it says: *they are surely convinced of the Hereafter*. Although belief in the Hereafter is included in the Faith as a whole, yet the Quran emphasised that, as far as the Akhirah is concerned, mere belief is not enough; it must be sure conviction. The strength of our conviction reflects itself through our actions in practical life; when we act according to our claim, this indicates sure conviction. When we express that a particular religious injunction is correct but is difficult to adopt presently, although our statement does not amount to Kufr, but it does represent a belief without conviction. No Companion ever submitted to the holy Prophet-SAWS that it was difficult to practically implement his instructions. You cannot quote even a single Companion who might have said, 'O Messenger of **Allah**! There is an economic system in vogue in the world; similarly, there is a social system devised by kings and tribal chiefs. Every nation and tribe has its own system of justice. How can a few weak slaves from a far flung location of Makkah talk of changing the whole system on the globe? How is it possible?' Not even a lone whisper to this effect! They said, 'Whatever the Messenger of **Allah** says is the Truth; everything opposed to it is false! The Truth must prevail and falsehood must vanish.' That is sure conviction! That is the thinking, dedication and commitment granted by the holy Prophet-SAWS. On the contrary, we say today, 'Yes, the Commandment of **Allah** is correct, so is the instruction of the holy Prophet-SAWS, but somehow our circumstances don't allow us to adopt them.' This is mere belief, not sure conviction!

Through the blessings of the holy Prophet-SAWS and love of the Shaikh, one must acquire this sure conviction - this is essential. If this doesn't happen then the Shaikh is a pseudo saint, he doesn't possess anything and is a mere impersonator. But if some seekers do get this blessing and some don't, then the fault is with the seekers, not with the Shaikh. Had the Shaikh been empty, no one would have achieved sure conviction. The righteous scholars have also defined a criterion for a Shaikh: one should see his students. If none of them has experienced any positive change, then the Shaikh is not a real saint but is an impostor deceiving people. However, if some of the seekers have changed for the better, they have developed a fear of **Allah**, feel **Allah** near to their hearts, trust **Him**, communicate with **Him**, present their problems before **Him** and expect **His** favour and mercy, this proves that **Allah** has granted this blessing to the Shaikh and it is flowing to his students. Then, those who are unable to acquire sure conviction must try to trace their error.

Expectations from the Shaikh

Translated speech of

His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

al-Murshid, June 2004

There is a verse of an old Persian poet which reads:

My meeting with my beloved didn't last longer than a moment;
I hadn't yet appreciated the rose and the spring passed by.

It is a favour of Almighty **Allah** that **He** guided us to Shaikh Maulana **Allah** Yar Khan, during these times of selfishness, commotion and egotism, and made him, for us, the source and course of **His** Zikr. It is **His** kindness that **He** connected us with such a great personality. During these times, especially due to the influence of Hindu culture on our society, the concept of Shaikh has become blurred. For that reason, we do not expect from a Shaikh something that is due from him, but instead, expect from him something which must not be expected from anyone other than **Allah**. It is wrong to attach such expectations with anyone other than Almighty **Allah**. We wrongly consider the Shaikh as someone who can alleviate our distress, remove our worries and fulfil our material needs. We forget that people, who are granted such offices, have to undergo more worldly trials than us commoners; they face more diseases and encounter greater problems than others. This is the Sunnah of the holy Prophet-SAWS who said, "I had to confront more troubles than any other Prophet."

So, there is only one thing that we should expect from the Shaikh, one and only one! The only thing that we can get from him, which is more precious than the whole universe, and cannot be had from anybody other than the bearer of Prophetic blessings, is a relationship with **Allah**! How strange it is, that it is most difficult to establish a relationship with Someone Who is actually the nearest: nearer than the life-vein; nearer to us than our own selves and thoughts. When Prophets came, there was not a single soul on the face of earth who had a relationship with **Allah** or knew anything about **Allah** and **His** Attributes. Yes, the land was inhabited by human beings; there were states, governments, wealth, trading, businesses, etc; the whole system of this universe was running smoothly, but there were no one who knew the Administrator of this system. It wasn't easy to know **Him** either, because it is not possible to know **Him** through intellect, imagination, knowledge or effort. The instrument of Divine perception is the Qalb and not the mind. The knowledge related to intellect was made common in this world of cause and effect, and even those who did not possess the light of Faith could also acquire it. But the knowledge related to the Qalb was imparted by Prophets alone. Any portion of this blessing that was ever received by any member of the human race was through the holy Prophet-SAWS, and he-SAWS rightfully expressed, '**Allah** grants and I distribute.'